دار العلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ اپریل ۱۹۸۷ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

جلد ۲۱

شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ / اپریل ۱۹۸۷ء

شمارہ ۸

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

نگراں :

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر :

محمد تقی عثمانی

ناظم :

شجاعت علی ہاشمی

سالانہ بدل اشتراک :

بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ / ۲۳۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ

ہانگ کانگ، نائجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ / ۱۸۰ روپے سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت / ۱۵۰ روپے

ناشر: محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی

پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴
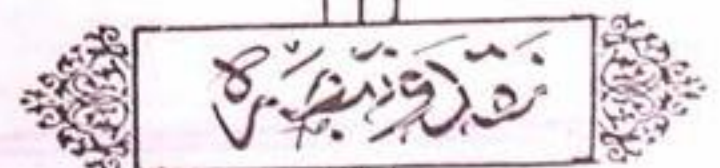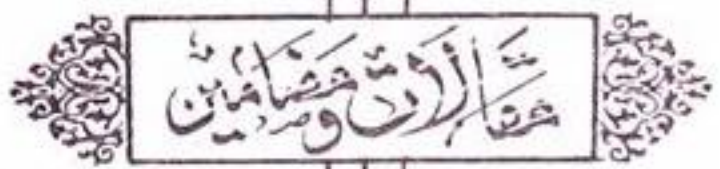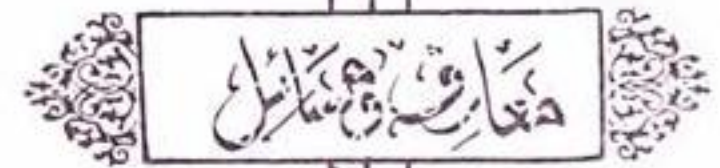
فون نمبر : ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

ذکر و فکر

معارف و مسائل

مقالات و مضامین

نقد و تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر و فکر

سابق امریکی صدر نکسن کے ایک مضمون کی روشنی میں

حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنھوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

دُنیا اِس وقت دو عالمی طاقتوں امریکہ اور روس کے بنائے ہوئے سیاسی جتھوں میں بٹی ہوئی ہے۔ کچھ ممالک امریکی بلاک سے وابستہ ہیں جنہیں دائیں بازو کے ممالک کہا جاتا ہے، اور کچھ روسی بلاک میں شامل ہیں اور بائیں بازو کے ممالک کہلاتے ہیں۔ اور جو ممالک اپنے آپ کو "تیسری دُنیا" یا "غیر وابستہ" کے عنوانات سے تعبیر کرتے ہیں، وہ بھی بیشتر ایسے ہیں کہ صرف نام ہی کی حد تک غیر جانب دار ہیں، ورنہ اُن کا حقیقی جھکاؤ انہی دو بلاکوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور ہے۔

ہمارا ملک چونکہ ابتدا ہی سے کسی نہ کسی حد تک امریکہ سے وابستہ رہا ہے، اس لئے یہاں امریکی پروپیگنڈے کے اثرات بھی زیادہ ہیں۔ انہی اثرات کا ایک حصہ یہ ہے کہ یہاں کے اُن حلقوں میں جو "اسلام پسند" کہلاتے ہیں یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں سے روس کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے، لہٰذا اگر ان دو بلاؤں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا کسی وقت ناگزیر ہو جائے تو وہ امریکہ کو ترجیح دے سکتے ہیں، لیکن روس کے بارے میں سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ یہی صورت اُن دوسرے مسلم ممالک میں بھی ہے جو دائیں بازو کے ممالک کہلاتے ہیں۔

اس مجموعی تأثر کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ جو جماعتیں ان مسلم ملکوں میں "اسلامی نظام" اور "نفاذِ شریعت"

کی داعی ہیں، ان کا شمار عموماً دائیں بازو کی جماعتوں میں کیا جاتا ہے، اور ان جماعتوں نے بھی دائیں بازو کے ساتھ اپنی وابستگی یا اس نام کے ذریعے اپنی پہچان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ دُنیا میں جہاں کہیں دائیں اور بائیں بازو کی لڑائی ہو، اُس میں ان حلقوں کی ہمدردی دائیں بازو سے زیادہ وابستہ رہتی ہے، بلکہ اگر یہ لڑائی کسی مسلم ملک میں ہو رہی ہو تو اُسے "اسلام اور کفر" کی جنگ قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ جب انڈونیشیا میں بائیں بازو کی حکومت کے خلاف دائیں بازو کی انقلابی جدوجہد جاری تھی تو ہمارے ملک میں تأثر کچھ اسی قسم کا دیا جا رہا تھا کہ اسلام کفر کے مقابلے پر صف آرا ہے۔

یہ تأثر راقم الحروف کی رائے میں ہمیشہ سے نہایت غلط اور گمراہ کن ہے، اور ہم نے اس دھوکے میں آکر بہت سے نقصانات اُٹھائے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کے معاملے میں یہ دونوں طاقتیں یکساں ہیں، اور ان میں سے کوئی اسلام دشمنی میں دوسری سے کم نہیں ہے، چنانچہ امریکہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا اتنا ہی بڑا دشمن ہے جتنا روس۔ بلکہ ان دو متحارب طاقتوں میں اگر کچھ اشتراک کے نقطے نکل سکتے ہیں تو ان میں اسلام دشمنی کا نقطہ سرِفہرست ہے۔

فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ مسلمان ملکوں میں امریکہ کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ اسلام کے نام ـــ اور صرف نام ـــ کو کمیونزم کی یلغار کیلئے ڈھال کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اشتراکیت کے پاس "معاشی مساوات" اور "غریبوں کی بہبود" کا ایک ایسا نعرہ موجود ہے، جو خواہ کتنا پُر فریب کیوں نہ ہو، لیکن سادہ لوح عوام کو اپیل کرتا ہے، اور جو شخص بھی یہ نعرہ لیکر اُٹھے، سیدھے سادے عوام کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان کے دل کی دھڑکنوں کی ترجمانی کر رہا ہے۔ لہٰذا کم تعلیم یافتہ ممالک میں اس دلفریب نعرے کا توڑ فلسفیانہ بحثوں اور اعداد و شمار کی منطق کے ذریعے نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں تو اس کے توڑ کیلئے کوئی ایسا ہی جذباتی نعرہ چاہیئے جو ایک اَن پڑھ سے اَن پڑھ انسان کے دل میں اُتر جائے، اور مسلمان ملکوں میں ایسا مؤثر جذباتی نعرہ "اسلام" سے زیادہ کوئی نہیں ہو سکتا جس کی حقانیت اور جس کیلئے کٹ مرنے کی آرزو بچے بچے کے دل میں سمائی ہوئی ہوتی ہے۔

لہٰذا امریکہ کی پالیسی ان ملکوں میں یہ ضرور رہی ہے کہ اسلام کے اس دلکش نعرے کو اشتراکیت کے مقابلے پر کھڑا کر کے کمیونزم کی پیشقدمی کو روکا جائے۔ لیکن جہاں تک حقیقی اسلام اور اس کے نفاذ کا تعلق ہے، وہ امریکہ کو ایک لمحے کیلئے بھی گوارا نہیں۔ چنانچہ جہاں اس کی کوششوں کا رُخ یہ ہوتا ہے کہ "اسلام" کے نعرے کو فروغ ملے، وہاں وہ حقیقی اسلام کا راستہ روکنے کیلئے اس سے زیادہ اہمیت اور باریک بینی کے ساتھ کمربستہ رہتا ہے۔

جتنے مسلم ممالک میں دائیں بازو کی حکومتیں برسرِ اقتدار ہیں، اُن سب میں صورتِ حال یہی ہے کہ نام کی حد تک وہ "اسلام" سے وابستگی کا اظہار کرتی رہتی ہیں، لیکن یہ وابستگی زبانی جمع خرچ، خوبصورت بیانات اور شاندار کانفرنسوں کی حد تک محدود ہے، پاکستان کے علاوہ مسلم ملکوں میں سے اِس وقت مصر، اردن، ترکی، انڈونیشیا، مراکش، غرض دائیں بازو کے جس ملک کو

دیکھئے، وہاں صورتِ حال یہی ہے کہ اسلام صرف کانفرنس ہالوں، اخباری بیانات اور علمی مقالات کی زینت ہے، لیکن جہاں تک "نفاذِ شریعت" کے عملی کام کا تعلق ہے، وہ نہ صرف یہ کہ صفر ہے، بلکہ سرکاری مشینریوں کی ساری توانائی اس کی مخالف سمت میں خرچ ہو رہی ہے، دینی حلقے معتوب ہیں، اُن پر عرصۂ زندگی تنگ کیا جا رہا ہے، "نفاذِ شریعت" کیلئے اُٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگ رہا ہے۔ شراب نوشی فروغ پا رہی ہے، نائٹ کلب آباد ہیں، عریانی و فحاشی کا بازار گرم ہے، ٹیلی ویژن اور وی سی آر کے ذریعے گھر گھر میں مغربی بداخلاقی کا ننگا ناچ جاری ہے، اور جو کوئی ان برائیوں کے خلاف بولے، وہ یا تو گردن زدنی ہے، یا کم از کم "رجعت پسند"، "تنگ نظر"، "دقیانوسی"، "جنونی"، "پسماندہ" اور "بنیاد پرست" (FUNDAMENTALIST) کے طعنوں سے لہو لہان ہے۔

دوسری طرف روس جب ایک عرصے تک اپنی مذہب دشمن پالیسیوں کی بنا پر دُنیا بھر میں بدنام ہو گیا، اور اُس نے محسوس کیا کہ امریکہ نے مسلم ممالک میں اس کے آگے مذہب کی سدِ سکندری کھڑی کر دی ہے تو اُس نے بھی اپنی پالیسی میں تبدیلی کر کے بہت سے ملکوں میں وہی امریکی ڈپلومیسی اختیار کر لی۔ اُس کا نعرہ یہ تھا کہ مذہب تو درحقیقت اشتراکیت کا حریف نہیں، بلکہ اُس کا حامی ہے، اور خاص طور پر اسلام تو دنیا میں (معاذ اللہ) آیا ہی اس لئے تھا کہ اشتراکیت کا قیام عمل میں لائے، اس طرح اشتراکی بلاک نے اسلام کے صرف نعرے ہی کو نہیں، بلکہ اس کی معاشی تعلیمات کو مسخ اور تحریف کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا، چنانچہ جو مسلم ممالک بائیں بازو سے تعلیمات رکھتے ہیں مثلاً الجزائر اور لیبیا وغیرہ، وہاں بھی اب اسلام کا نام بڑے زور و شور سے لیا جاتا ہے، بلکہ اسلام کی صحیح نمائندگی کے بلند بانگ دعوے بھی کئے جاتے ہیں، لیکن جہاں تک "حقیقی اسلام" کا تعلق ہے، وہ وہاں بھی اُتنا ہی مظلوم اور ستم ظریفیوں کا شکار ہے جتنا دائیں بازو کے ممالک ہیں۔

اس لحاظ سے اگر "اسلام" سے عداوت اور اس کی راہ میں رُکاوٹ بننے کے معاملے میں پہلے امریکہ اور روس کے درمیان کوئی فرق تھا بھی، تو اب وہ بھی ختم ہو چکا ہے، اور "حقیقی اسلام" کے نفاذ کے معاملے میں دونوں کا طرزِ عمل ایک ہی جیسا ہے۔ اب اسلام کے نام سے دونوں میں سے کسی کو کد نہیں، بلکہ دونوں اُسے اپنے اپنے مقصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں، لیکن یہ بات دونوں کے ذہن میں واضح ہے کہ "حقیقی اسلام" ہم میں سے ہر ایک کی موت ہے، اور اگر کہیں "حقیقی اسلام" آگیا تو وہ ایک تیسری طاقت بنکر دونوں کا کام تمام کر دیگا۔

یہ حقیقت کہ اسلام دشمنی کے معاملے میں امریکہ اور روس دونوں ایک ہیں (اور کچھ تعجب نہیں کہ انہوں نے اس سلسلے میں مصالحت کے ذریعے بندر بانٹ بھی کر رکھی ہو) ہم عرصۂ دراز سے محسوس تو کرتے تھے اور جو حالات روزمرہ سامنے آتے رہتے ہیں، اُن سے اس احساس کو تقویت بھی پہنچتی رہتی تھی، لیکن کچھ عرصہ پہلے امریکہ کی ایک نہایت ذمہ دار شخصیت نے اس حقیقت کو کھلے لفظوں میں بیان بھی کر دیا ہے۔

یہ ذمہ دار شخصیت سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن ہیں، جو عرصۂ دراز تک امریکہ کے صدر رہے ہیں، اور اُنکی سوچ کو بجا طور پر امریکہ کی مجموعی سوچ کا ترجمان کہا جاسکتا ہے۔

انہوں نے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے امریکہ سے نکلنے والے ماہنامے "فارن افیئرز" میں امریکہ اور روس کے تعلقات کے موضوع پر ایک مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون کا ایک اقتباس مجھے حال ہی میں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس مضمون میں وہ لکھتے ہیں:-

"While we should hold the Soviets accountable for the actions they take that are opposed to our interests, we should recognize that they are not responsible for all of the troubles in the world. The income gap between nations that produce raw materials and those that consume them, famine due to climate caures, radical muslim fundamentalist and terrorist movements emanating from Libya and Iran- all of these problems would exist even if the Soviet Union did not exist. But rather than exploiting such problems the Soviet Union should join the United States and other western nations in combating them. The Soviets should be especially concerned about the rise of Muslim fundamentalism, not only because one-third of the population,of the Soviet Union is Muslim, but also because the Muslim revolution completes with the Soviet revolution for the support of people in third world nations".

(Richard Nixon: Foreign Affairs, October 1985)

" ہم (امریکی) لوگ جب سوویٹس (روسیوں) کو اُن اقدامات کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں جو وہ ہمارے مفادات کے خلاف کرتے ہیں، وہاں ہمیں یہ بھی محسوس کرنا چاہیئے کہ وہ دُنیا میں پیدا ہونے والی تمام مشکلات کے ذمہ دار نہیں ہیں ۔ خام مال پیدا کرنے والی قوموں اور ان کو صَرف کرنے والی قوموں کے درمیان پایا جانے والا آمدنی کا تفاوت، آب وہوا کے اسباب کے تحت پڑنے والا قحط، مسلمان بنیاد پرستوں کی انقلابی تحریک اور دہشت گردی کی تحریک جو لیبیا اور ایران سے اُبھر رہی ہے ۔ یہ سارے مسائل ایسے ہیں کہ اگر بالفرض روس موجود نہ ہوتا تب بھی یہ مسائل موجود ہوتے۔ لیکن بجائے اس کے کہ ان مسائل کا استحصال کیا جائے، روس کو چاہیئے کہ وہ ان مسائل سے

نبرد آزما ہونے میں، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دوسری مغربی اقوام کے ساتھ شریک ہوجائے۔ روسیوں کو خاص طور پر مسلم بنیاد پرستی کے ابھار پر زیادہ تشویش ہونی چاہیئے، صرف اس لئے نہیں کہ روس کی ایک تہائی آبادی مسلمان ہے، بلکہ اس لئے بھی کہ تیسری دنیا کے عوام کی حمایت کے معاملے میں اسلامی انقلاب اشتراکی انقلاب کا پورا حریف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

یہ ہے اُس "دائیں بازو" کے سربراہِ اعلیٰ کا ذہن جسے روس کے مقابلے میں اسلام سے "قریب تر" سمجھا جاتا ہے۔ "مسلم بنیاد پرستی" (MUSLIM FUNDAMENTALISM) کی اصطلاح امریکہ ہی سے چلی ہے، اور اس کا مطلب ہے راسخ العقیدہ مسلمانوں کی تحریکِ نشأۃِ ثانیہ۔ اس "مسلم بنیاد پرستی" کو امریکہ نے دُنیا بھر میں بدنام کرنے اور اس لفظ کو ایک گالی بنادینے کی باقاعدہ مہم شروع کر رکھی ہے، اور مذکورہ بالا اقتباس میں رچرڈ نکسن صاحب نے جس طرح اس لفظ کو قحط زدگی اور دہشت گردی کے ساتھ ملاکر ایک سانس میں ذکر کیا ہے، اُس سے اُس شدید بغض اور نفرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو ان لوگوں کے دل میں حقیقی اسلام کے خلاف موجزن ہے۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ،

ان لوگوں کے مُنہ سے بغض ظاہر ہوگیا ہے، اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

اور بات صرف اتنی بھی نہیں ہے کہ یہ بغض اس اقتباس میں منظرِ عام پر آگیا، بلکہ ساتھ ہی نکسن صاحب اپنے سب سے بڑے حریف ـــ روس ـــ کو بھی باقاعدہ دعوت دے رہے ہیں کہ وہ اس فتنے کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ شریک ہوجائے، اور اسے تنبیہ فرمارہے ہیں کہ روس کیلئے مسلمانوں کا خطرہ زیادہ سنگین ہے، کیونکہ روس کی ایک تہائی آبادی مسلمان ہے، اور ستم رسیدہ عوام کے لئے اسلام کے پاس ایک ایسا پُرکشش نظامِ زندگی بھی موجود ہے جو کسی وقت اشتراکیت کو بھی مات دے سکتا ہے ـــ نکسن صاحب کا یہ اقتباس پڑھ کر ہمیں اقبال کی مشہور نظم "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" یاد آگئی جس میں ابلیس نے اپنے چیلوں کے سامنے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا کہ ؎

جانتا ہوں میں، جو رنگِ گردشِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

بہرصورت! ہم سابق صدر امریکہ رچرڈ نکسن صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنے اس مضمون کے ذریعے ہمارے اس احساس کی کھلے الفاظ میں تصدیق فرمادی کہ اسلام کی دشمنی میں امریکہ اور روس دونوں ایک ہیں، اور ان میں سے کسی کو بھی کسی پر فوقیت نہیں دی جاسکتی۔

اس کے بعد ان سادہ لوح مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو امریکہ کو نسبتہً اسلام دوست سمجھتے ہیں، جنہوں نے نفاذِ اسلام کی تحریک کو "دائیں بازو" کی تحریک کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے، اور جو دائیں بازو کے عنوان سے اپنی پہچان کرانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔

۱۴ رجب ۱۴۰۶ھ — محمد تقی عثمانی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

معارف القرآن * سورۃ الزمر * آیت ۱ تا ۶

خلاصہ تفسیر

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے (کہ غالب ہونا اس کا مقتضی تھا کہ جو اس کی تکذیب کرے اس کو سزا دیدی جاوے، مگر چونکہ حکیم بھی ہے اور مہلت میں مصلحت تھی، اس لئے سزا میں مہلت دے رکھی ہے) ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ (قرآن کی تعلیم کے موافق) خالص اعتقاد کرکے اللہ کی عبادت کرتے رہیئے (جیسا اب تک کرتے رہے ہیں اور جب آپ پر بھی یہ واجب ہے تو اوروں پر تو کیوں واجب نہیں ہوگا، اے لوگو) یاد رکھو عبادت جو کہ (شرک و ریاء سے) خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے (عبادت خالصہ چھوڑ کر) خدا کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں (یعنی ہمارے حوائج یا عبادت کو خدا کے حضور پیش کردیں جیسا دنیا میں وزراء دربار سلاطین میں اس کام کے ہوتے ہیں) تو ان کے (اور ان کے مقابل اہل ایمان کے) باہمی اختلافات کا (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ (عملی) فیصلہ کردے گا (کہ اہل توحید کو جنت میں اور اہل شرک کو دوزخ میں داخل کردے گا یعنی ان لوگوں کے نہ ماننے پر آپ غم نہ کریں ان کا فیصلہ وہاں ہوگا اور اس کا بھی تعجب نہ کریں کہ باوجود قیام دلائل کے یہ حق پر نہیں آتے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو (قولاً) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو (یعنی منہ سے اقوال کفریہ اور دل سے عقائد کفریہ پر مصر ہو اور اس سے باز نہ آنے کا اور طلب حق کا قصد ہی نہ کرتا ہو تو اس کے اس عناد سے اللہ

تعالیٰ بھی اس کو توفیق ہدایت کی نہیں دیتا اور چونکہ مشرکین میں بعضے خدا کی طرف اولاد کی نسبت کرتے تھے، جیسے ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے، آگے ان کا رد ہے کہ) اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ (کسی کو اولاد بناتا تو بوجہ اس کے کہ بدون ارادۂ خداوندی کوئی فعل واقع نہیں ہوتا، اوّل اولاد بنانے کا ارادہ کرتا اور اگر) کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو (چونکہ ماسوائے اللہ سب مخلوق ہیں اس لئے) ضرور اپنی مخلوق (ہی) میں سے جس کو چاہتا (اس امر کے لئے) منتخب فرماتا (اور لازم باطل ہے کیونکہ) وہ (عیوب سے) پاک ہے (اور غیر جنس ہونا عیب ہے اس لئے کسی مخلوق کو اولاد بنانے کے لئے منتخب کرنا محال ہوا اور محال کا ارادہ کرنا بھی محال ہے اس طرح ثابت ہوگیا کہ) وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے (کہ اس کا کوئی شریک بالفعل نہیں اور) زبردست ہے (اُس کا کوئی شریک بالقوۃ بھی نہیں کیونکہ صلاحیت جب ہوتی کہ کوئی ویسا ہی زبردست ہوتا اور وہ ہے نہیں۔ آگے دلائل توحید ارشاد فرماتے ہیں کہ) اُس نے زمین اور آسمان کو حکمت سے پیدا کیا، وہ رات (کی ظلمت) کو دن (کی روشنی کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے (جس سے دن غائب اور رات آموجود ہوتی ہے) اور دن (کی روشنی) کو رات (کی ظلمت کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے (جس سے رات غائب اور دن آموجود ہوجاتا ہے) اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ (ان میں) ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا یاد رکھو کہ (ان دلائل کے بعد انکار توحید سے اندیشہ عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر بھی ہے کیونکہ) وہ زبردست ہے (لیکن اگر بعد انکار کے بھی کوئی تسلیم کرلے تو انکارِ گذشتہ پر عذاب نہ دیگا کیونکہ وہ) بڑا بخشنے والا (بھی) ہے (اس سے توحید کی ترغیب اور شرک سے ترہیب ہوگئی اوراوپر استدلال تھا دلائل آفاقیہ سے آگے استدلال ہے دلائل انفسیہ سے جس میں ضمنی طور پر کچھ آفاقی حالات بھی آگئے ہیں یعنی) اُس نے تم لوگوں کو تن واحد (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا (کہ اوّل وہ تن واحد پیدا ہوا) پھر اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا (مراد اس سے حوا ہیں آگے پھر اُن سے تمام آدمی پھیلا دیئے) اور (بعد حدوث کے) تمہارے (نفع وبقاء کیلئے) آٹھ نر و مادہ چار پایوں کے پیدا کئے (جن کا ذکر پارہ ہشتم کے ربع پر رکوع وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ میں آیا ہے اور ان کی تخصیص اس لئے کہ یہ زیادہ کام میں آتے ہیں یہی ہے وہ جزو جو آفاقیات میں سے تبعاً مذکور ہوگیا اور تبعاً اس لئے کہا گیا کہ مقصود بیان کرنا ہے بقاء النفس کا اور یہ اسباب بقاء میں سے ہے آگے کیفیت خلقت نسل انسانی کی بیان فرماتے ہیں کہ) وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر (اور دوسری کیفیت کے بعد تیسری کیفیت پر وعلیٰ ہٰذا مختلف کیفیات پر) بناتا ہے (کہ اوّل نطفہ ہوتا ہے پھر علقہ پھر مضغہ الیٰ آخرہ اور یہ بنانا) تین تاریکیوں میں (ہوتا ہے ایک تاریکی شکم کی، دوسری رحم کی، تیسری اس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے۔ ان مختلف کیفیات، متعدد اندھیریوں میں تخلیق کمالِ قدرت کی دلیل ہے اور ظلمات ثلثہ میں پیدا کرنا کمالِ علم کی دلیل ہے) یہ ہے اللہ تمہارا رب (جس کی صفات ابھی تم نے سنیں) اسی کی سلطنت ہے اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (ان دلائل کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے چلے جاتے ہو (بلکہ واجب ہے کہ توحید کو قبول کرو اور شرک کو چھوڑ دو)

معارفُ ومسائِل

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ لفظ دین کے معنی اس جگہ عبادت

کے ہیں یا طاعت کے، جو تمام احکام دینیہ کی پابندی کو عام اور شامل ہے۔ اس کے پہلے جملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت وطاعت کو خالص اسی کے لئے کریں جس میں کسی غیر اللہ کے شرک یا دیا ونمود کا شائبہ نہ ہو۔ دوسرا جملہ اُسی کی تاکید کے لئے ہے کہ اخلاص دین صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اُس کے سوا اور کوئی مستحق نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بعض اوقات صدقہ خیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف وثناء کریں گے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے، جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔ پھر آپ نے آیت مذکورہ بطور استدلال کے تلاوت فرمائی۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (قرطبی)

اعمال کی مقبولیت عند اللہ بمقدار اخلاص ہے متعدد آیاتِ قرآنی اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کا حساب گنتی سے نہیں بلکہ وزن سے ہوتا ہے۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور آیاتِ مذکورہ نے بتلا دیا کہ اللہ کے نزدیک اعمال کی قدر اور وزن بقدر اخلاص ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کمال اخلاص بدون کمال ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اخلاص کامل یہ ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کو نفع وضرر کا مالک سمجھے نہ اپنے کاموں میں کسی غیر اللہ کو متصرف خیال کرے، نہ کسی طاعت وعبادت میں غیر اللہ کا اپنے تصور سے دھیان آنے دے۔ غیر اختیاری وساوس کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

صحابۂ کرام جو مسلمانوں کی صفِ اول ہیں ان کے اعمال وریاضات کی تعداد کچھ زیادہ نظر نہ آئے گی۔ مگر اس کے باوجود ان کا ایک ادنیٰ عمل باقی امت کے بڑے بڑے اعمال سے فائق ہونے کی وجہ اُن کا کمالِ ایمان اور کمال اخلاص ہی تو ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ

یہ مشرکین عرب کا حال ہے اور اس زمانے کے عام مشرکین بھی تقریباً یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ خالق ومالک اور تمام کاموں میں متصرف تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ شیطان نے ان کو بہکایا تو اپنے خیال کے مطابق فرشتوں کی شکلوں پر بت تراشے اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ بت ہمارے بنائے ہوئے ہیں انھیں کوئی عقل وشعور اور قدرت وقوت نہیں انھیں عقیدہ یہ تھا کہ ان بتوں کی تعظیم وتکریم سے وہ فرشتے ہم سے خوش ہوں گے۔ جنکی شکلوں پر بت بنائے گئے ہیں اور فرشتے اللہ کے نزدیک مقرب ہیں۔ انھوں نے بارگاہ خداوندی کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کیا کہ جیسے شاہی مقرب کسی سے خوش ہوں تو وہ بادشاہ کے پاس ان کی سفارش کر کے ان کو بھی بادشاہ کا مقرب بنا دیتے ہیں یہ سمجھے تھے کہ فرشتے بھی بادشاہی درباریوں کی طرح جس کی چاہیں سفارش کر سکتے ہیں۔ مگر ان کے یہ سارے خیالات شیطانی تلبیس اور باطل ہی تھے۔ اول تو یہ بت فرشتوں کی شکل پر واقع میں ہیں نہیں اور ہوں بھی تو اللہ کے مقرب فرشتے اپنی پرستش سے کب خوش ہونے والے ہیں۔ ان کو تو ہر اس چیز سے طبعی نفرت ہے جو اللہ کے نزدیک ناپسند ہو۔ اس کے علاوہ بارگاہِ خداوندی میں وہ از خود کسی کی سفارش نہیں کر سکتے جب تک اُن کو کسی خاص شخص کے بارے میں سفارش کی اجازت نہ مل

جائے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۔ کا یہی مطلب ہے۔

اُس زمانے کے مشرکین بھی آج کے کفّار سے بہتر تھے | آج کے مادہ پرست کفار تو خود اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں براہِ راست گستاخیاں کرتے ہیں۔ یورپ سے درآمد کیا کفر خواہ اُس کے رنگ مختلف ہوں۔ کوئی سرمایہ پرست ہو، کوئی کمیونزم کا قائل۔ یہ بات سب میں قدر مشترک ہے کہ معاذ اللہ خدا کوئی چیز نہیں، ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ہم سے ہمارے اعمال کی بازپرس کرنے والا کوئی نہیں، اسی بدترین کفر اور ناشکری کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا سے امن و اطمینان، سکون و راحت مفقود ہو چکا ہے، راحت کے نئے نئے سامان بہت مگر راحت مفقود علاج معالجے کے جدید آلات اور تحقیقات کی بہتات مگر امراض کی اتنی کثرت جو پہلے کسی زمانے میں نہیں سنی گئی۔ پہرے چوکیاں پولیس خفیہ پولیس قدم قدم پر، مگر جرائم کی رفتار ہر روز بڑھ رہی ہے۔ یہ نئے آلات اور راحت و آرام کے نئے نئے طریقے جب غور کریں تو یہی خلق خدا کے لئے وبال جان بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کفر کی سزا تو آخرت میں سب ہی کفار کے لئے دائمی جہنم ہے مگر اس اندھی ناشکری کی سزا کچھ دنیا میں بھگتنی پڑتی ہے۔ کہ جس کی دی ہوئی نعمتوں میں تصرفات کر کے آسمان پر چڑھنے کے حوصلے پیدا ہوئے۔ اسی کا انکار ہے۔

درمیان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۔ یہ ان لوگوں پر رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی اولاد کہتے تھے ان کے اس خیال باطل اور محال کو بطور فرض محال کے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے معاذ اللہ کوئی اولاد ہوتی تو وہ بغیر اس کے ارادہ اور مشیت کے ہونا محال ہے کہ زبردستی اولاد اس پر مسلط نہیں ہو سکتی پھر اگر بالفرض اُس کا ارادہ ہوتا تو اُس کی ذات کے سوا سب کی مخلوقات ہی ہیں انھیں میں سے کسی کو اولاد بناتے۔ اور اولاد کا اپنے والد کی ہم جنس ہونا لازم ہے اور مخلوق خالق کی ہم جنس ہو نہیں سکتی۔ اس لئے مخلوق کو اولاد بنانے کا ارادہ کرنا محال ہوگیا۔

يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ ۔ تکویر کے معنی ایک چیز کو دوسری پر ڈال کر اس کو چھپا دینے کے ہیں۔ قرآن کریم نے دن رات کے انقلاب کو یہاں عام نظروں کے اعتبار سے بلفظ تکویر تعبیر کیا ہے کہ رات آتی ہے تو گویا دن کی روشنی پر ایک پردہ ڈال دیا گیا، اور دن آتا ہے تو رات کی اندھیری پردہ میں چلی جاتی ہے۔

چاند سورج دونوں متحرک ہیں | كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شمس و قمر دونوں حرکت کرتے ہیں فلکیات اور طبقات الارض کی مادی تحقیقات قرآن پاک یا کسی آسمانی کتاب کا موضوع بحث نہیں ہوتا۔ مگر اُس معاملہ میں جتنی بات کہیں ضمناً آجاتی ہے اُس پر یقین رکھنا فرض ہے۔ فلاسفہ کی قدیم و جدید تحقیقات تو موم کی ناک ہیں روز بدلتی رہتی ہیں۔ قرآنی حقائق غیر متبدل ہیں۔ آیت مذکورہ نے جتنی بات بتلائی کہ چاند اور سورج دونوں حرکت کر رہے ہیں اس پر یقین رکھنا فرض ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ ہمارے سامنے آفتاب کا طلوع و غروب زمین کی حرکت سے ہے یا خود ان سیاروں کی حرکت سے، قرآن پاک نہ اس کا اثبات کرتا ہے نہ نفی۔ تجربہ سے جو کچھ معلوم ہوا اس کے ماننے میں حرج نہیں۔

اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ - چوپاؤں کی تخلیق کو اس آیت میں انزال یعنی آسمان سے اُتارنے کے ساتھ تعبیر فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ اُن کی تخلیق میں بڑا دخل اس پانی کا ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی گویا آسمان سے نازل ہوئے ، قرآنِ کریم نے انسانی لباس کے لئے یہی لفظ استعمال فرمایا ہے -

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا - اور بعض معدنی چیزوں مثلاً لوہے کے لئے بھی یہ لفظ آیا ہے -

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ - ان سب کا حاصل ان چیزوں کا اپنی قدرت سے پیدا کرنا اور انسان کو عطا کرنا ہے (قرطبی)

خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ - اس میں قدرت خداوندی کے اُن رموز و اسرار کی کچھ نشاندہی کی گئی ہے جو انسان کی تخلیق میں کارفرما ہیں اوّل تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو یہ بھی تھا کہ بچے کو شکم میں یک وقت مکمل پیدا کر دیتے - مگر بہ تقاضائے حکمت و مصلحت ایسا نہیں بلکہ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ - تدریج اختیار کی کہ عورت جس کے پیٹ میں عالم اصغر بن رہا ہے وہ آہستہ آہستہ اس کا بوجھ برداشت کرنے کی عادی ہوتی چلی جائے - دوسرے اس بے نظیر حسین ترین مخلوق کو جس میں سینکڑوں نازک مشینیں اور بال کی برابر رگیں خون اور روح پہنچانے کے لئے لگائی گئی ہیں - یہ عام صنعت کاروں کی طرح کسی کھلی جگہ روشنیوں کی مدد سے نہیں بلکہ تین اندھیروں میں ایسی جگہ پیدا کی گئی ہے جہاں کسی کی نظر تو کیا فکر کی بھی رسائی نہیں - فتبارک اللہ احسن الخالقین -
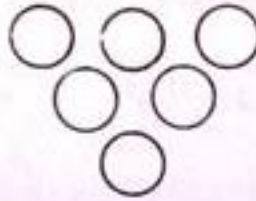
میر محمد کتب خانہ کی چند قابل قدر کتب معہ نادر اضافات مفیدہ

مجموعۃ قواعد الفقہ
وھی تحوی علی سبع رسائل

از :۔ مفتی السید محمد عمیم الاحسان مجدی برکتی رح صاحب علم حضرات
اس مفید مجوعہ کو مجوعہ قواعد الفقہ کے نام سے طلب فرمائیں۔

میر محمد کتب خانہ نے اس میں تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل دو نادر اور مفید رسالوں کا اضافہ کر کے (مجموعۃ قواعد الفقہ) کو متخصصین و فقہاء، ومفتیین اکرام وعلماء اکرام اور طلباء حضرات جو اسکے آداب کے حامل ہیں ان کے لئے ایک نادر اور معلوماتی مجوعہ پیش کیا ہے۔ اضافات درج ذیل ہیں۔ (۱) قواعد الکلیۃ من الاشباہ والنظائر (لابن نجیم المصری صاحب البحر) (۲) قواعد الکلیۃ من المدخل الفقہی العالم إلی الحقوق المدنیۃ (المصطفی احمد الزرقاء) استاذ القانون المدنی والشریعۃ اسلامیۃ فی کلیۃ الحقوق بدمشق۔

عمدہ جلد ریگزین سنہری ڈبل ڈائی۔ قیمت ۔/۹۲ روپے

التوضیح والتلویح معہ
الحاشیۃ التوشیح (معہ دو رسالہ)
(۱) شیخ الاسلام (۲) ملا خسرو

التوضیح :۔ صدر الشریعۃ۔ التلویح :۔ للعلامۃ التفتازانی رح
التوشیح :۔ عبد الرزاق محمد الشہیر بالامیر علی السید المعظم رح۔
اعلی گلیز کاغذ مجلد پشتہ سنہری ڈائی جلد اول ۔/۹۶ مکمل ۔/۲۰۴

جواہر المضیئۃ
فی طبقات الحنفیہ (عربی)

تالیف :۔ محی الدین ابو محمد عبد القادر بن ابی الوفاء حنفی مصری (متوفی ۷۷۵ھ)
فقہاء حنفیہ اور ان کے طبقات کے بارے میں علمی دنیا کی پہلی نایاب کتاب جس میں فقہاء کے تراجم کو حروف کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔ گلیز کاغذ مجلد پشتہ سنہری ڈائی ۔/۱۱۲ روپے

مشکوٰۃ الانوار
(شرح اردو) نور الانوار

تالیف :۔ اسلام الحق اسعدی مظاہری مہتمم مدرسہ عربیہ سہارنپور (یوپی) اس سے پہلے نور الانوار کی کئی شروحات طبع ہوئی ہیں لیکن وہ صرف اردو ترجمہ تک ہی محدود ہیں۔ "میر محمد کتب خانہ" کی (مشکوٰۃ الانوار شرح نور الانوار) میں ترجمہ و مطلب اور مکمل تشریح واضح انداز میں کی گئی ہے تاکہ طلباء اس سے پوری طرح مستفید ہو سکیں۔
اعلی گلیز کاغذ مجلد پشتہ سنہری ڈائی۔ ۔/۱۲۰ روپے

الجوھرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری۔ وبحاشۃ اللباب فی شرح (الکتاب للمیدانی) مجلد ریگزین سنہری ڈائی ۔/۱۲۸

میر محمد، کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی
(تفصیلی فہرست مفت طلب فرمائیے)

استفتاء

عبدالرؤف سکھروی

تبلیغی جماعت کے متعلق پیش کردہ سوالات پر غور کیا گیا۔ ان کا جواب سمجھنے سے پہلے نفس تبلیغ کے متعلق ضروری تشریح ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بیشتر سوالوں کا جواب معلوم ہوجائے گا اور تبلیغ کی حقیقت اور تبلیغی جماعت کی صورتحال سمجھنے میں بھی کافی مدد ملے گی۔

تبلیغ دین کی دو قسمیں ہیں، ایک فرضِ عین، دوسرے فرضِ کفایہ۔

(۱) فرضِ عین وہ تبلیغ ہے جو ہر شخص پر فرض ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اولاد بیوی، اور جو عزیز و اقارب اس کے ماتحت ہیں اُن کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ فرائضِ شرعیہ حلال و حرام، پاکی و ناپاکی کی تعلیم دے اور نماز و روزہ اور دیگر ضروری احکام دین کا انہیں پابند بنائے اور اس سلسلہ میں بھرپور جدوجہد کرے۔ جو شخص قدرت ہوتے ہوئے اپنے بیوی بچوں کو اسلامی احکام کا پابند نہیں بنائے گا۔ وہ گناہگار ہوگا اور قیامت کے دن اس کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔

(۲) فرضِ کفایہ وہ تبلیغ ہے جس کا تعلق دوسروں پر دینی محنت کرنے سے ہے تاکہ وہ بھی نماز و روزہ اور دیگر فرائضِ شرعیہ، جائز و ناجائز اور حلال و حرام سے واقف ہوں اور احکامِ دین پر عمل کریں اور نجاتِ دارین حاصل کرسکیں۔

یہ تبلیغ فرضِ کفایہ ہے یعنی بعض کے کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے۔ البتہ کوئی بھی اس فرض کو انجام نہ دے تو سب گناہگار ہوں گے ____ اور اس فرض کو انجام دینے کے لئے کچھ آداب و شرائط ہیں، ان کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اس کا موقع و محل پہچاننا ضروری ہے ورنہ تبلیغ غیر مؤثر بلکہ بعض دفعہ نقصان دہ ہوسکتی

ہے اور ان امور کی رعایت ہر شخص نہیں کر سکتا۔ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو عالم ہوں یا علماء کی صحبت میں رہے ہوں۔ پھر یہ تبلیغ ہر حال میں ہر شخص کی ذمہ داری بھی نہیں، اس کے اہل ہونا اور استطاعت ہونا بھی ضروری ہے۔

اور ایک نہایت ضروری بات یہ ہے کہ تبلیغ کا فرضِ عین والا درجہ ہو یا فرضِ کفایہ دونوں کو حاصل کرتے یا ادا کرنے کے لئے شریعت میں ایسا کوئی خاص طریقہ متعین اور مقرر نہیں ہے کہ ہر حال میں اس کی پابندی لازم اور ضروری ہو، اور اس کو اختیار کئے بغیر تبلیغ نہ ہو سکتی ہو بلکہ تبلیغ دین ہونی چاہیئے خواہ مدارس کی شکل میں، خواہ تقریر و خطابت کی صورت میں، خواہ تصنیف و تالیف کی ہیئت میں، خواہ مرشد کامل کے وعظ و نصیحت کی صورت میں اور خواہ تبلیغی جماعت اور اس کے اجتماعات کی شکل میں اور اگر ان کے علاوہ کوئی اور صورت آسان اور مفید ہو تو اس کو بھی اپنایا جا سکتا ہے ـــــ بہرحال تبلیغ دین کے لئے حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے جو جائز طریقہ بھی اختیار کیا جائے۔ اس میں مقصود اصلی وہ طریقہ نہیں ہے بلکہ تبلیغ دین ہے۔ اگر کوئی اس طریقہ ہی کو مقصود سمجھنے لگے تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرنے کے لئے جو جائز طریقہ بھی اپنایا جائے گا وہ انتظامی حیثیت کا حامل ہوگا شرعی حیثیت کا حامل نہ ہوگا۔

اور نیز ایک شخص تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے کے لئے ایک سے زیادہ طریقے بھی اختیار کر سکتا ہے اور ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقہ بھی اپنا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ جائز اور مباح ہے اور ایک جائز طریقہ اختیار کرنے والا دوسرا جائز طریقہ اختیار کرنے والے کے جائز طریقہ کو غلط یا خلافِ شرع نہیں کہہ سکتا۔ اگر کہے گا تو یہ اس کی جہالت اور غلطی ہوگی اور اعتراض بے جا کہلائے گا۔

دلائل یہ ہیں؛

قال اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

(سورۃ التحریم آیت ۶-۷) واستدل بها على انه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهؤلاء۔ (روح المعانی ص ۱۵۶/ ج ۲۸) ومثله في التفسير للقرطبي ص ۱۹۴/ ۱۸

وعن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته

فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول رعیتہ "متفق علیہ" مشکوۃ المصابیح ص ۳۲۰

وقال اللہ تعالیٰ!

وَلْتَكُنْ منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئك ھم المفلحون "سورۃ آل عمران" آیت ۱۰۴/۱۰۵-

قال ابو السعود ـــــ فتوجیہ الخطاب الی الکل مع اسناد الدعوۃ الی البعض لتحقیق معنی فرضیتھا علی الکفایۃ وانھا واجبۃ علی الکل، لکن بحیث ان اقامھا البعض سقطت عن الباقین ولو اخل بھا الکل اثموا جمیعاً لا بحیث یتحتم علی الکل اقامتھا علی ما ینبئ عنہ قولہ عزوجل "وماکان المؤمنون لینفروا کافۃ، ولانھا من عظائم الامور وعزائمھا اللتی لا یتولدھا الا العلماء باحکامہ تعالیٰ ومراتب الاحتساب وکیفیۃ اقامتھا فان من لا یعلمھا یوشك ان یومر بمنکر وینھیٰ عن معروف، ویغلط فی مقام اللین ویلین فی مقام الغلظۃ وینکر علی من لا نریدہ الانکار الا التمادی والاصرار ـــــ (تفسیر ابی السعود ص ۲۵۹/ج ۱)

وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ "

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالك اضعف الایمان (رواہ مسلم)

قال العلی القاری فی المرقاۃ

یعرف مراتب الاحسان وتفاوت المنکرات ویمیز بین المتفق علیہ والمختلف فیہ منھا وھذا المعنی مقتبس من قولہ تعالیٰ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ـــــ (مرقاۃ ص ۳۲/ج ۹)

سوال نمبر ۱: حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک جو کہ عوام میں دینی ذوق بیدار کرنے کے لئے چلائی گئی تھی، فرض عین ہے یا فرض کفایہ یا واجب یا سُنّت یا مستحب؟ باحوالہ تحریر فرمائیں۔ اگر فرض عین ہے تو جو لوگ تبلیغی جماعت میں شامل ہو کر ان کا نصاب (چلّہ، چار مہینے، ایک سال وغیرہ) نہیں لگاتے، ان کے بارے میں تارکِ فرضِ عین ہونے کی وجہ

سے شرعاً کیا حکم ہوگا؟

جواب: حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت میں دو باتیں ہیں اور دونوں جدا جدا ہیں۔ ایک تبلیغ کا فریضہ انجام دینا۔ دوسرے اس کے لئے ایک خاص طریقۂ کار کی پابندی کرنا۔ پہلی بات فرض کفایہ ہے اور دوسری بات اس فریضہ کو انجام دینے کا ایک انتظامی نوعیت کا طریقۂ کار ہے جو شرعاً نہ فرض، نہ واجب، نہ سُنّت نہ مستحب کیونکہ وہ شرعی حیثیت کا حامل ہی نہیں ہے بلکہ تجربہ سے اسے مفید جان کر اختیار کرلیا گیا ہے جیسے اہل مدارس وغیرہ نے اپنا طریقہ تجربہ سے مفید جان کر اختیار کرلیا اور فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی دونوں طرح ہوسکتی ہے اور یہی مطلوب ہے۔

سوال نمبر۲۔ مقررین، خطبار، واعظین بالخصوص مدرسین ومفتیان کرام جو ہمہ وقت دین کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ان کا اپنے اپنے منصب کو چھوڑ کر جماعت کے ساتھ چلّہ چار مہینے لگانا کیسا ہے؟ جبکہ ان کے اس اقدام سے علاقہ کے لوگوں، عوام اور بالخصوص مدارس عربیہ کے طلبار کا نقصان ہوتا ہو نیز تبلیغی جماعت کے ذمہ دار شخص کا شب جمعہ کے بیان میں یہ کہنا کہ آجکل تبلیغ کے کام میں جس قدر رکاوٹ مدارس عربیہ کی طرف سے ہورہی ہے کسی طرف سے نہیں ہورہی، کیا حیثیت رکھتا ہے؟ کیا علمار کا دین پڑھانا اور طلبار کا دین پڑھنا تبلیغ دین میں رکاوٹ ہوسکتا ہے؟

جواب۔ مقررین، واعظین، مدرسین اور متعلمین وغیرہ بھی فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں مشغول ہیں صرف طریقۂ کار کا اختلاف ہے۔ ان کا طریقہ جدا ہے اور تبلیغی جماعت کا طریقہ جُدا، اور ہر دو فریق جب چاہیں اپنا طریقہ چھوڑ کر دوسرے کا طریقۂ کار اختیار کرسکتے ہیں چنانچہ علمار کرام چلّہ وغیرہ لگا سکتے ہیں اور تبلیغی جماعت والے تدریس وافتار کی لائن اختیار کرسکتے ہیں، یہ سب جائز ہے اور ایک دوسرے کے طریقۂ کار کو غلط کہنا یا رکاوٹ قرار دینا جہالت ہے اور نادانی ہے اور یہ بحث الگ ہے کہ کس طریقہ کو اختیار کرنے میں نقصان ہے اور کس میں فائدہ ہے؟ ہر فریق جس طریقۂ کار میں تبلیغ دین کا فریضہ زیادہ سے زیادہ بہتر طریقہ سے انجام دے سکتا ہو، اسکو وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ مقررین ہوں یا مبلغین، مدرسین ہوں یا متعلمین، علمار ہوں یا مفتی یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، ایک دوسرے کو اپنا حریف اور فریق سمجھنا بڑی سنگین غلطی ہے۔

سوال نمبر۳۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ چلّہ، چار مہینے وغیرہ لگانے کو کسی عالم دین یا شیخ طریقت کی بزرگی کا میزان قرار دینا کیسا ہے؟ نیز چلّہ چار مہینے وغیرہ لگانے والے

جاہل اور ضروریاتِ دین سے ناواقف شخص کو تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت نہ لگانے والے عالم دین پر ترجیح دینا اور اسی جاہل سے بیان وغیرہ کرانا کیسا ہے۔

جواب: تفصیل بالا سے بخوبی واضح ہوگیا ہے کہ تبلیغی جماعت ہو یا کوئی مدرسہ، طریقۂ کار شرعاً معیار نہیں ہے بلکہ عالم دین اور حاملِ دین ہونا معیار ہے، اگر کسی نے جماعت میں وقت لگاکر علمی اور عملی صحیح صلاحیت حاصل کرلی ہے اور پھر جماعت کے طریقۂ کار کے مطابق اس کو ترجیح دی جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اہل مدارس، منصبِ تدریس پر معلّم کو مبلّغ پر ترجیح دیں گے اور جماعت والے مبلّغ کو مدرّس پر ترجیح دیں گے، کیونکہ اہلِ مدارس کا مدرّس سے کام چلے گا اور جماعت کا مبلّغ سے اور یہ وجۂ ترجیح اختلافِ طُرق پر مبنی ہے جو کہ جائز ہے۔ اس پر اعتراض محض جہالت ہے۔

سوال نمبر۴: مشائخ طریقت جو ترویج سُنّت کا کام کرتے ہیں۔ یہ تبلیغ دین ہے یا نہیں؟ ان کی تبلیغی مساعی کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا کام انفرادی ہے، اُمّت کی اجتماعی فکر نہیں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ نیز تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنے والے مشائخ طریقت کے مریدین کو یہ کہنا کہ پیر کے بتائے ہوئے وظائف کے ساتھ ساتھ فلاں فلاں تسبیح بھی پڑھ، کس حیثیت کا حامل ہے؟

جواب: متبعِ سُنّت اور متبعِ شریعت مشائخ کا اصلاح و تربیّت کا کام بھی بلاشبہ تبلیغ دین ہے بلکہ بہت اہم ہے۔ تبلیغی جماعت کا کسی عنوان سے اس کی تنقیص کرنا درست نہیں اور جماعت میں نکلنے والے مریدوں کو جماعت کی بتلائی ہوئی تسبیح کی پابندی کچھ ضروری نہیں۔

سوال نمبر۵: مردوں کا تبلیغ کو جانا اور اپنے اہل وعیال کے نان و نفقہ کا انتظام بھی کرنا بلکہ ان کو غیر محرم کے حوالے کر کے جانا کہاں تک دُرست ہے؟

جواب: دُرست نہیں۔

سوال نمبر۶: کیا عورتوں کا جماعت کی شکل میں تبلیغ کے لئے اپنے محارم کے ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر جاکر محلّہ محلّہ، بستی بستی جانا درست ہے؟ جبکہ شریعت نے عورتوں کو محارم کے ساتھ جاکر مساجد میں جماعت میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے اور تمام فقہا اور متقیان کا اسی پر فتویٰ ہے، از روئے شرع وضاحت فرمائیں۔

جواب: خواتین کو اپنے محارم کے ساتھ تبلیغی سفر میں نکلنا جائز ہے۔ اس کو نماز باجماعت پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ سفر کے احکام جُدا ہیں اور نماز کے احکام جُدا ہیں۔ اگر سائل کے

اس قیاس کو صحیح فرض کرلیا جائے تو اس کے مطابق غیر تبلیغی جائز سفر بھی محرم کے ساتھ خواتین کے لئے ناجائز ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں لہٰذا یہ قیاس ہی صحیح نہیں۔

سوال نمبر ۷ : تبلیغ کی غرض سے خلاف شرع و سُنّت یا کوئی ایسی وضع اختیار کرنا جو خلافِ شرع ہو تاکہ لوگ تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ہو جائیں کیسا ہے ؟ نیز سُنّت کے موافق لباس مثلاً سر پر ٹوپی رکھنا یا عمامہ باندھنے یا لمبا کُرتا پہننے سے محض اس لئے روکنا کہ عام مسلمان جو تبلیغ میں نہیں لگے ہوئے یہ سمجھ کر جماعت کے قریب نہیں آئیں گے کہ اگر ہم لوگ تبلیغی جماعت کے ساتھ نکل پڑے تو ہمیں بھی ایسی وضع قطع اختیار کرنی پڑے گی ؟ نیز سنن و مستحبات پر عمل کرنے والے کو یہ کہنا کہ تمہیں سُنّتوں کی پڑی ہوئی ہے اور اُمّت کے فرائض و واجبات ترک ہو رہے ہیں ۔ ان انفرادی اعمال کو چھوڑو اور اجتماعی فکر اپناؤ ۔ یہ بات کہاں تک جائز ہے ؟

جواب ۔ تبلیغ دین کے لئے کسی ناجائز اور خلافِ شرع کام کو اختیار کرنا جائز نہیں اور دوسروں کو دین پر لگانے کے لئے خود دین کا راستہ چھوڑنا کسی طرح درست نہیں ، ذکر کردہ باتیں اگر کسی تبلیغ میں لگنے والے نے کہی ہیں تو یہ بالکل غلط ہیں ۔ اور حقیقتِ تبلیغ سے کھلی ناواقفیت پر مبنی ہیں ۔

قال اللہ تعالیٰ :۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من ناصرین ○

ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ○

وما علینا الا البلاغ المبین ○

سوال نمبر ۸ ۔ مبلغ کو تبلیغ کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے ؟ کیا سنن و مستحبات سے عاری شخص بھی دعوت و تبلیغ کا کام کرنے کا اہل ہے ؟ جبکہ متبع سُنّت اور عالم موجود ہو ۔

جواب ۔ تبلیغ کے لئے مبلغ ہر وہ طریقہ اختیار کر سکتا ہے جس سے فریضۂ تبلیغ بآسانی ادا ہو سکے ۔ کوئی خاص طریقہ شرعاً مقرّر نہیں ہے اور تبلیغ کیلئے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اہلیت ہونا ضروری ہے ۔ اگر کسی عامی کے اندر علماء اور صلحاء کی صحبت سے اس کی اہلیت پیدا ہو جائے تو وہ بھی تبلیغ کر سکتا ہے جیسا کہ علماء کرام اس کے اہل ہیں ۔ البتہ جو عام لوگ محض دین سیکھنے کی غرض سے تبلیغی جماعت میں شامل ہوتے ہیں ، انہیں مبلغ قرار دے کر ان پر اعتراض کرنا درست نہیں ۔

سوال نمبر ۹ ۔ زید کا قول ہے کہ کسی کو تبلیغی جماعت کے ساتھ جوڑنے کے لئے ہر ممکنہ

طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اگر کسی کا دوست سینما جارہا ہے تو اس کے ساتھ چلا جائے اور راستے میں اُسے دعوتِ دین دیتا رہے حتیٰ کہ ٹکٹ خرید کر سینما ہال میں اس کے ساتھ بیٹھ جائے اور اسے دعوت دیتا رہے۔ جب فلم شروع ہونے لگے تو ٹکٹ پھاڑ کر یہ کہتا ہوا اُٹھ کر باہر آجائے کہ میں فلم دیکھنے کے لئے نہیں آیا تھا تمہیں دین کی دعوت دینے آیا تھا۔ زید کا یہ قول کیا حیثیت رکھتا ہے؟ جبکہ ہم تبلیغ میں جائز اور صحیح کوشش کے مکلف ہیں نیز اس پُرفتن دور میں جبکہ عام طور پر صالحیت اس درجہ کی نہیں ہوتی کہ نفس وشیطان کے مکر کے خلاف بھرپور مزاحمت کی جائے۔ کیا اس طرح اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر تبلیغ دین جائز ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب : اس کا جواب اوپر نمبر ۶ میں گزر گیا کہ ایسا کرنا دُرست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۰ : حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی شیخ الحدیث کی کتاب "تبلیغی نصاب" جو کہ مختلف رسائلِ فضائل کا مجموعہ ہے۔ اسی نام کے ساتھ ان کی زندگی میں شائع ہوتی رہی رائے ونڈ کے تبلیغی احباب نے اس کتاب کا نام شیخ الحدیث کی وفات کے بعد بدل دیا نیز اس کتاب میں سے ایک رسالہ موسوم فضائل درود شریف جو احادیثِ صحیحہ پر مشتمل ہے محض اس بنار پر خارج کر دیا تاکہ منکرینِ حیاتِ انبیاء کا ٹولہ تبلیغی جماعت میں شامل ہوسکے۔ یہ بھی کہا گیا کہ فضائل درود شریف کو برسرِعام نہ پڑھا جائے کیونکہ اس سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ فرمایا جائے کہ کیا یہ بریلویوں کو یہ کہنے کا موقع فراہم کرنا نہیں ہے کہ دیوبندی درود شریف کے منکر ہیں؟ نیز کسی مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی تصنیف کا نام بدلنا اور اُس کتاب کا جزو خارج کرنا جبکہ وہ جزو روایاتِ صحیحہ پر مشتمل ہو کیا حیثیت رکھتا ہے؟

تلك عشرة كاملة بيّنوا بالدلائل الموضحه وتوجروا عند الله اجراً جزيلاً وثواباً عظيماً ۔

جواب : اس سوال کے متعلق پہلے امورِ ذیل کا جواب دیجئے۔ صورت حال واضح ہونے پر انشاء اللہ جواب لکھ دیا جائے گا۔

۱۔ کیا حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی شیخ الحدیث صاحب نے خود ان مختلف رسائل کو یکجا فرمایا اور مجموعہ کا نام تبلیغی نصاب رکھا؟ واضح کیجئے۔

۲۔ کیا "تبلیغی نصاب" میں "فضائلِ درود" والا رسالہ حضرت شیخ الحدیث نے شامل فرمایا تھا؟

۳۔ کیا "تبلیغی نصاب" کا نام بدل کر دوسرا رکھنے کی حضرت شیخ الحدیث نے ممانعت فرمائی تھی؟

۴۔ کیا نام کی تبدیلی کسی تاجر نے خود کی ہے یا تبلیغی جماعت کے کسی ذمہ دار نے کی ہے؟ اگر کسی ذمہ دار نے کی ہے تو اس کا وضاحتی بیان ساتھ منسلک کرنا چاہیئے۔

تتمہ سوال نمبر ۶: نیز تبلیغی جماعت کے مرکزی ذمہ دار کا یہ کہنا ہے کہ اس دور میں تبلیغ کے اس کام پر نکلنا اس قدر اہم فریضہ ہے کہ غیر شادی شدہ بالغہ باکرہ لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر تبلیغ کے لئے بیرونِ شہر یا بیرونِ ملک نکل سکتی ہے۔ یہ قول شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے؟ کیا یہ قطعیات اسلام میں دخل اندازی نہیں ہے جبکہ شرع شریف نے مرد پر فرض عین کی ادائیگی کے سوا جملہ امور میں والدین کی اجازت کو ضروری قرار دیا ہے۔

جواب: اگر واقعتاً کسی نے یہ بات کہی ہے تو یہ بات دُرست نہیں ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ سائل کے سوالات کے انداز سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ وہ تبلیغی جماعت سے بہت بیزار اور سراسر غیر شرعی جماعت سمجھتا ہے، اگر یہ اندازہ صحیح ہے تو اس جماعت کو ایسا سمجھنا نادانی ہے۔ بحیثیتِ مجموعی تبلیغی جماعت ایک اچھی جماعت ہے جس کے ذریعے خلقِ خدا کو دینی نفع پہنچ رہا ہے لیکن چونکہ اکثریت اس میں عوام کی ہے جو بسا اوقات دین سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے بعض لوگ غلو میں مبتلا ہو کر قابلِ اعتراض باتیں کہہ جاتے ہیں یا کر جاتے ہیں لیکن اس شخصی اور انفرادی غلطی کو لیکر پوری جماعت کو غلط کہنا اور بُرا سمجھنا حد سے تجاوز ہے، اور مذموم ہے۔

واللہ اعلم
عبدالرؤف سکھروی
دارالافتاء۔ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
۲۰-۴-۱۴۰۷ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

الجواب صحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۷-۴-۱۴۰۷ھ

مہر

۱۴۰۷/۵

تحریر، مولانا محمد عبد المعز

قبل اس کے کہ ٹی وی، وی سی آر اور فلم کی شرعی حیثیت پر بحث کی جائے اور ان کے عکس یا تصویر ہونے پر کلام کیا جائے اور پھر دلائل سے عکس اور تصویر کا حکم بتایا جائے اور پوری تحقیق سے یہ واضح کر دیا جائے کہ رائج الوقت ٹی وی، وی سی آر اور فلم حرام قطعی ہیں۔ ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ان اشیاء کے انسانی معاشرے پر اثرات کو تفصیل سے بیان کر دیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور تاکہ ان مفاسد اور مضرات کو جان لینے کے بعد ہر وہ شخص جس کے خمیر میں ادنیٰ سی بھی زندگی کی رمق باقی ہے اور وہ ذرہ برابر بھی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت رکھتا ہے، اس بات کو بے ساختہ تسلیم کرلے کہ واقعی یہ اشیاء کسی طرح بھی اس قابل نہیں کہ ان کو حلال قرار دیا جاسکے۔

مفاسد اور مضرات بیان کرنے سے پہلے ہم اس غلط فہمی کو بھی دور کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان اشیاء سے صرف مفاسد اور نقصانات ہی پیدا ہوتے ہیں، نہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان اشیاء میں فوائد اور منافع بھی ہے لیکن قرآنی نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کسی شے سے فوائد اور نقصانات دونوں ہوں تو ان میں سے جو غالب ہو، اس شے پر اسی کا حکم لگے گا چنانچہ شراب اور جوئے کے بارے میں قرآن کریم نے دو ٹوک بات کہہ دی ہے کہ:

وإثمهما أكبر من نفعهما

ان دونوں کا گناہ (اور نقصانات) ان کے فوائد پر غالب ہے۔

اسی لئے ان دونوں کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ یہی معاملہ (عکس یا تصویر کے حکم سے قطع نظر) ٹی وی، وی سی آر اور فلم کا ہے۔

نیز یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ آئندہ بیان کئے جانے والے مفاسد و نقصانات اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ان اشیاء کا اکثریتی استعمال غلط ہوتا ہے اور یہ کہ ان اشیاء کو استعمال کرنے الا ماشاء اللہ ان کو قطعاً حرام راستوں کے لئے ہی استعمال کرتے ہیں اور ان میں وہ پروگرام ہی پیش کئے جاتے ہیں جو بجائے خود بھی حرام ہیں۔

اور جو بعض لوگ، جو شاید عنقاء ہی ہیں، ان اشیاء کو صرف تلاوتِ قرآن یا تعلیمی مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور دوسرے کسی بھی حرام کام کے لئے انہیں استعمال میں نہیں لاتے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان مفاسد سے محفوظ ہوں مگر پھر بھی ان کیلئے نامحرم عورت یا نامحرم مرد کے عکس یا تصویر کے ناجائز ہونے کی وجہ سے ان اشیاء کا استعمال درست نہ ہوگا جیسا کہ تفصیل سے آگے بتایا جائے گا۔

مقاصدِ زندگی اور آخرت سے غفلت

آج تک اس حقیقت کو کوئی نہیں جھٹلا سکا کہ اس دنیا میں کوئی بھی انسان ہمیشہ نہیں رہا، ہر شخص ایک مخصوص وقت پر پیدا ہوتا ہے، بچپنا گزارتا ہے۔ جوانی بِتاتا ہے اور پھر بوڑھا ہو کر مر جاتا ہے اور آخر کار اسی طرح اس صفحۂ ہستی سے غائب ہو جاتا ہے جیسا کہ پیدا ہونے سے پہلے ہوتا ہے، ہاں البتہ کوئی زیادہ عرصہ اس دنیا کے اسٹیج پر رہتا ہے اور کوئی کم۔

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں بلکہ ہم مسلمان تو جس طرح موت کو اٹل سمجھتے ہیں اسی طرح مرنے کے بعد کی زندگی پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ دُنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور دنیا ایک امتحان گاہ ہے جس میں ہمیں ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر ہم نے وہ مقصد پورا کر دیا تو ہم کامیاب ہوں گے اور اگر ہم نے وہ مقصد پورا نہیں کیا تو ہم ناکام ہوں گے، کامیابی کی صورت میں مرنے کے بعد ملنے والی ابدی زندگی میں ہمیں راحت و

آرام اور عیش و عشرت نصیب ہوگا اور ناکامی کی صورت میں ہمیشہ کا دُکھ اور کلفت اور رنج والم ملے گا۔

اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی گزارے اور نہ صرف یہ کہ خود ایسا کرے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین و تبلیغ کرے۔

اس تمہید کے بعد یہ بات سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ مذکورہ تینوں چیزیں یعنی فلم، ٹی وی اور وی سی آر انسان کو اصل مقصد زندگی اور فکرِ آخرت سے غافل کر رہی ہیں اور ان کے استعمال سے جو سب سے بدترین اور مہلک بُرائی کسی بھی شخص میں پیدا ہو رہی ہے، وہ لہو ولعب اور تفریحات کا وہ نشہ ہے جو انسان کو ہر چیز سے غافل کر دیتا ہے۔

چنانچہ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ جو لوگ یہ چیزیں دیکھتے ہیں، اکثر و بیشتر ان کا شوق و ذوق بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور ان کی چاٹ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنی آخرت تو آخرت دُنیا سے بھی غافل ہوتے جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں صرف آج پندرہ بیس سال پہلے جب پاکستان میں ٹی وی عام نہیں تھا۔ ماں باپ اس بات کی بڑی کوشش کرتے تھے کہ بچّوں کو فلم اور سینما سے دور رکھیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس سے اخلاق میں گراوٹ پیدا ہوتی ہے۔ بے حیائی اور بے دینی طبیعت میں رچنے بسنے لگتی ہے اور اس کی لت اتنی بُری ہے کہ جب بچّہ ایک بار فلم دیکھے گا تو اسے فلم کا شوق لگ جائے گا اور یہ شوق آہستہ آہستہ اس قدر بڑھے گا کہ وہ گھر سے پیسے چُرا کر اور اسکول سے بھاگ کر فلمیں دیکھے گا۔ یہی نہیں آج بھی جو والدین چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے کچھ پڑھ لکھ لیں اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرلیں، وہ اس بات کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ان مہلکات ثلثہ (تین ہلاکت خیز اشیاء یعنی ٹی وی، فلم اور وی سی آر) سے اپنی اولاد کو دور رکھیں۔

یہ صرف بچّوں کا ہی حال نہیں کہ وہ تفریحات کی چاٹ لگ جانے اور ان چیزوں کی لت پڑ جانے کے بعد اپنے مقصدِ حیات اور تعمیرِ مستقبل سے غافل ہو جاتے ہیں بلکہ جوان اور بوڑھے بھی ان چیزوں میں اس درجہ منہمک ہو جاتے ہیں کہ اپنی دنیا بھی برباد کرتے ہیں اور آخرت بھی۔

چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ چاہے اولاد کو کھلانے پلانے کو پیسے نہ ہوں، سر چھپانے کو اپنا گھر نہ ہو، پہننے اور اوڑھنے کو صحیح لباس نہ ہو مگر جیسے ہی کچھ رقم ہاتھ آتی ہے سب سے پہلے ٹی وی خریدتے ہیں۔ شروع شروع میں تو بلیک اینڈ وہائٹ اور پھر رنگین

کے خواب دیکھ کر اس کے لئے رقم جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات تو ایسے لوگوں کو بھی یہ چیزیں خریدتے دیکھا گیا ہے جس کی غربت اور فلاکت پر دیکھنے والوں کو بھی ترس آتا ہے۔

مہلکات ثلثہ میں شدید انہماک

ٹی وی وغیرہ خریدتے وقت شروع شروع میں تو ہر شخص یہی سوچتا ہے کہ وہ بس کبھی کبھار شغل کر لیا کرے گا اور زیادہ وقت ضائع نہیں کرے گا مگر پھر ایک ڈرامہ، پھر دوسرا ڈرامہ اور پھر مسلسل سیریز یں، رفتہ رفتہ اُسے روزانہ ایک مخصوص وقت برباد کرنے کی عادت ڈال دیتی ہیں اور پھر جب وقت کی قدر و قیمت گر جاتی ہے تو ٹی وی دیکھنے کی لت اُسے اپنے تمام مشاغل اور دُنیا کے کاموں کو ٹی وی کے تابع کر دینے پر مجبور کر دیتی ہے حتیٰ کہ نوبت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ اگر کوئی رشتہ دار یا ملنے والا کسی ڈرامہ یا سیریز کے دوران آجائے تو اُسے بہت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ بسا اوقات اس سے بات تک نہیں کی جاتی اور کبھی کبھی تو تمام اسلامی آداب اور حقوقِ مہمانی بھی نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔

ٹی وی پروگراموں یا وی سی آر اور فلموں کی وجہ سے آخرت اور دین سے جو غفلت اختیار کی جاتی ہے، وہ تو بے حد و حساب ہے، وہ تمام لوگ جو مساجد میں اہتمام سے نماز پڑھتے ہیں، خوب جانتے ہیں کہ جس وقت کوئی ڈرامہ آتا ہے یا کوئی سیریز چل رہی ہوتی ہے، بالعموم اُس وقت کی نمازیں لوگوں کی حاضری کم ہوتی ہے۔ اچھے اچھے لوگ ان ڈراموں کی وجہ سے جماعت ترک کر دیتے ہیں۔ سینما میں فلموں کے جو اوقات ہوتے ہیں، ان میں بھی لازماً ایک آدھ نماز ضرور قضا کر دی جاتی ہے اور جس وقت وی سی آر دیکھا جاتا ہے، اس وقت تو گویا نماز فرض ہی نہیں رہتیں۔ اور یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ملک کی آئندہ تمام تر ذمہ داریاں سنبھالنے والی معصوم نسل کو ہمارے ٹیلیویژن نے ہاکی اور کرکٹ کے کس قدر بدترین مالیخولیا کا شکار کر دیا ہے جس وقت ٹیلی ویژن سے براہ راست کرکٹ یا ہاکی کا میچ دکھایا جاتا ہے تو بچے اسکولوں سے اور طلبا اپنے کالجوں سے غائب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ کیا اُستاد کیا شاگرد، کیا آقا، کیا ملازم سب ہی کی توجہ کھیل کی طرف لگی ہوتی ہے اور پھر یہی نہیں ہزاروں افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس لغو مشغلہ کی خاطر جمعہ تک کی نمازیں چھوڑ دیتے ہیں۔ زیادہ دُور نہ جایئے کل ہی کے جنگ کو اٹھا کر دیکھئے، کس دردمندی سے اس کے اداریہ نویسوں نے یہ بات لکھی ہے کہ پاکستان ٹیلیویژن نے منتخب بہترین ڈراموں کی سیریز جمعہ کے مبارک دن ایسے پاک اوقات میں پیش کرنے کا سلسلہ جاری کر رکھا

ہے جن میں سوائے سعی الی الجمعہ کے کچھ جائز نہیں، اور ان ڈراموں میں مشغولیت کی وجہ سے قوم کے سپوت جمعہ کی تیاری اور بسا اوقات نماز سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔

روزنامہ جنگ، ۸ جنوری ۱۹۸۷ء)

یہ تو ایک دو مثالیں ہیں ورنہ لہو ولعب اور تفریحات کی چاٹ ان ہلاکت خیز اشیاء سے لگ جاتی ہے، وہ انسان میں اس قدر لاابالی پن اور غفلت پیدا کردیتی ہے کہ اس کے بعد لوگوں کو سنجیدہ مسائل زندگی میں شرکت کرنے یا ان پر غور وفکر کرنے کی فرصت تک نہیں ملتی۔

ابھی کراچی میں وسط دسمبر میں جو بدترین شرمناک فسادات ہوئے ہیں جن میں بھائی کا گلا کاٹ رہا تھا اور عذاب النار سے ایک دوسرے سے انتقام لیا جارہا تھا۔ پاکستان ٹیلیویژن حسب معمول موسیقی کے پروگراموں کو چلا رہا تھا۔ خوف ودہشت گردی کی شدت سے گھروں سے نکلنا دوبھر تھا۔ کرفیو کی سختیوں نے لوگوں کو گھروں میں قید کردیا تھا، ان نازک لمحات میں بھی صرف وی سی آر اور ویڈیو فلموں کی دکانیں خوب چل رہی تھیں، ان کا کاروبار کئی گنا بڑھ گیا تھا، کرفیو کی پابندی نے قوم کے لوگوں کو فلمیں دیکھنے کے ارمان نکالنے کا خوب موقع دے دیا تھا۔ دکانوں پر فلموں کی سیل سی لگی تھی، بعض اوقات ایک ایک فلم کا کرایہ دو دو یا تین تین روپے وصول کیا جاتا۔

چھوڑیئے اس مخصوص واقعہ کو، آج کے پورے انسانی معاشرے اور دنیا کو عموماً اور عالم اسلام کو خصوصاً اٹھا کر دیکھئے، یوں لگتا ہے جیسے انسان، انسانیت اور اپنے آپ سے قطعاً غافل ہوچکا ہے۔ پاکستان ہی کو دیکھئے کس قدر نازک دور سے گزر رہا ہے، ملک کی سرحدیں دشمنوں کے حملہ سے کسی بھی وقت محفوظ نہیں، اندرون خانہ عصبیتیں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ محض صوبے کے اختلاف کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائیوں سے کافروں سے بھی بدتر سلوک کرنے سے بھی نہیں چوکا جاتا۔ فرزندان قوم اور افراد ملت کو ملک وقوم کی نظریاتی اساس اور اتحاد ویکجہتی کے واحد طاقتور ترین ذریعہ اسلام سے شعوری طور پر دور کیا جارہا ہے، مگر کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں تفریحات اور لہو ولعب سے فرصت ہو کر ان مسائل پر غور کریں؟ اور اس بات کی فکر کریں کہ کہیں پوری قوم ہلاکت کے منہ میں نہ چلی جائے اور اس غفلت کی پاداش میں ان کی آئندہ نسلیں (خاکم بدہن) خدانخواستہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کمیونسٹوں یا ہندوؤں کی غلام نہ بنالی جائیں؟

فرصت وعافیت کی ناقدری

آج کے مشینی دور میں زندگی اس قدر مصروف ہوچکی ہے کہ سامان حیات کے مہیا کرنے ہی میں ہر ہر انسان کو اتنی محنت کرنا پڑتی ہے کہ اس کے بعد وہ بہت کم وقت بچا پاتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس تھوڑے سے وقت کی قدر کی جاتی۔ اس

فرصت کو غنیمت جانا جاتا۔ اسے اچھے اور تعمیری کاموں میں صرف کیا جاتا مگر دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت کسب معاش سے فراغت کے بعد جب گھروں کو واپس لوٹتی ہے تو بیشتر وقت ٹی وی کی نذر کر دیتی ہے۔

ٹی وی، وی سی آر کے رواج سے پہلے لوگ فرصت کے اوقات کو عموماً تعمیری کاموں میں صرف کرتے تھے۔ اگر ان لمحات میں اللہ کی عبادت اور آخرت کی فکر نہ کرتے تھے تو بھی کم از کم اہل خاندان اور برادری والوں میں اتفاق اور اتحاد کے طریقے ضرور سوچتے تھے اور آپس کی شکایتوں اور کوتاہیوں پر غور کر کے ان کو دور کرتے تھے اور اس طرح خاندانی نظام مضبوط ہوتا تھا، معاشرے میں رواداریاں اور محبتیں پروان چڑھتی تھیں مگر آج ٹی وی ان مسائل پر بھی غور کرنے کی مہلت نہیں دیتا۔

اس سب انتشار و افتراق کے باوجود ان تفریحات کے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ ان چیزوں سے انسان انسان کے قریب آرہا ہے۔ انسانوں میں اجنبیت دور ہو رہی ہے حالانکہ عملاً اور واقعتاً لوگ ایک دوسرے سے دور سے دور ہوتے جارہے ہیں اور انسان آج ایک دوسرے کے لئے جس قدر اجنبی اور بے رحم ہوتے جارہے ہیں، اتنے کبھی نہ تھے۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان ہلاکت خیز تفریحات کی چاٹ پڑ جانے کے بعد انسانی طبیعت اس قدر غفلت میں پڑ جاتی ہے کہ اسے یہ تک سوچنے کا خیال نہیں رہتا کہ وہ کون ہے؟ کیوں پیدا ہوا ہے؟ کس لئے پیدا ہوا ہے؟ اس کی زندگی میں کیا فرائض ہیں؟ اور دنیا میں اس کا کیا کردار ہے؟ حالانکہ ان میں سے ہر سوال وسیع غور و فکر کا محتاج ہے اور ہر انسان کی فطرت میں خود بخود ان سوالات کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور ان پر غور و فکر کے بعد انسان خدا کو پالیتا ہے مگر یہ ہلاکت خیز تفریحات اسے غور و فکر اور تفکر و تعبر سے محروم کر دیتی ہیں حالانکہ فکر و تعبر بجائے خود فرض اور عین عبادت ہے [1]۔

(باقی آئندہ)

---

[1] ان تفریحات کی شرعی حیثیت اور جائز و ناجائز تفریحات کی تفصیلات، نیز لہو و لعب اور تفریحات میں بے جا انہماک سے پیدا ہونے والے نقصانات خصوصاً ان کی وجہ سے طبع انسانی پر اس غفلت کا طاری ہونا جسے حدیث کی اصطلاح میں "نفاق" کہا گیا ہے، کی تفصیلات کے لئے دیکھئے احقر کا وہ مقدمہ جو اس نے "اسلام اور موسیقی" پر لکھا ہے۔

رمضان کا ایک روزہ چھوڑنے کا ناقابلِ تلافی نقصان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا:

"جو آدمی سفر، بیماری وغیرہ کی
شرعی رخصت کے بغیر رمضان
کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیگا وہ
اگر اسکے بجائے عمر بھر بھی روزے
رکھے تو اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔" (مسند احمد)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ
ہے کہ شرعی عذر کے بغیر رمضان
کا ایک روزہ دانستہ چھوڑنے سے
رمضان المبارک کی خاص برکتوں اور
اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمتوں سے
جو محرومی ہوتی ہے، عمر بھر نفل روزہ
رکھنے سے بھی اس محرومی کی تلافی نہیں ہو سکتی۔
پس جو لوگ بے پروائی کیساتھ رمضان کے روزے
چھوڑ دیتے ہیں وہ سوچیں کہ اپنے کو وہ کتنا
نقصان پہنچاتے ہیں

البلاغ

محمد تقی عثمانی

ارضِ قرآن تک

(۵)

اگلی صبح ہم مزید دو مقامات پر جانا چاہتے تھے، ایک اصحاب کہف کے غار پر، اور دوسرے غزوۂ موتہ کے میدانِ جنگ تک. خیال یہ تھا کہ ان دو مقامات کی زیارت کے بعد، ہم وہیں سے سیدھے دمشق روانہ ہو جائیں گے .

اصحاب کہف کے غار میں :

چنانچہ صبح آٹھ بجے کے قریب ہم ملک افضل صاحب کی رہنمائی میں پہلے اصحاب کہف کے مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس مسئلے میں علماء اور محققین کی آراء بہت مختلف رہی ہیں کہ اصحاب کہف کا وہ غار جس میں وہ تین سو سال سے زیادہ سوتے رہے، کس جگہ واقع ہے؟ بعض حضرات نے اس کی جگہ ترکی کے شہر افسس میں بتائی ہے، بعض نے اندلس کے ایک غار کو اصحاب کہف کا غار قرار دیا ہے. بعض نے کہا ہے کہ وہ اردن میں واقع ہے، بعض کا کہنا ہے کہ شام میں ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وہ یمن میں ہے۔ لیکن اردن کے ایک محقق محمد تیسیر ظبیان صاحب، جو وہاں کے رسالے "الشریعۃ" کے اڈیٹر تھے، ۱۹۷۶ء میں پاکستان تشریف لائے تو حضرت والد ماجد قدس سرہ سے ملاقات کیلئے دارالعلوم بھی تشریف لائے۔ اُس وقت انہوں نے بڑے جزم اور وثوق کے ساتھ بتایا کہ یہ غار حال ہی میں عمان کے قریب ایک پہاڑ پر دریافت ہوگیا ہے، انہوں نے ذکر کیا کہ میں نے اس کی تحقیق کیلئے ایک مقالہ بھی لکھا ہے، جو دلائل و قرائن اُس وقت انہوں نے ذکر کئے، ان کے پیشِ نظر یہ بات بہت قرینِ قیاس معلوم ہوتی تھی کہ غالباً اصحابِ کہف کا یہ غار وہی ہوگا .

اُس وقت سے اس مقام کو دیکھنے کی خواہش تھی جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دس سال بعد آج پوری ہوئی۔ تیسیر ظبیان صاحب کا تو اب انتقال ہو چکا تھا، لیکن وہ اپنی تحقیق کے نتائج ایک مفصل کتاب میں محفوظ کر گئے ہیں جو موقع اصحاب الکہف" کے نام سے دارالاعتصام نے شائع کر دی ہے۔

"اصحاب الکہف" کا واقعہ قرآنِ کریم نے بیان فرمایا ہے، اور اسی واقعے کی وجہ سے قرآنِ کریم کی ایک پوری سورت کا نام "سورۃ الکہف" ہے۔ "کہف" عربی زبان میں غار کو کہتے ہیں، اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک بُت پرست بادشاہ کے زمانے میں کچھ نوجوان دینِ توحید پر ایمان لے آئے تھے، اور شرک و بُت پرستی سے بیزار تھے۔ بُت پرست بادشاہ اور اس کے کارندوں نے ان پر ظلم و ستم توڑنے شروع کئے، لہٰذا یہ لوگ بستی سے فرار ہو کر ایک غار میں مقیم ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند مسلط فرما دی اور یہ سالوں تک پڑے سوتے رہے، غار کا محلِ وقوع ایسا تھا کہ سورج کی روشنی اور ہوا تو بقدرِ ضرورت اندر پہنچتی تھی، لیکن دھوپ کسی وقت اندر نہیں آتی تھی، کئی سال گذرنے کے بعد بُت پرست بادشاہ کی حکومت ختم ہو گئی، اور اس کی جگہ ایک موحد اور صحیح العقیدہ نیک بادشاہ برسرِ اقتدار آ گیا۔ اُس کے زمانے میں یہ لوگ اپنی نیند سے بیدار ہوئے۔ بھوک لگی ہوئی تھی، انہوں نے اپنے میں سے ایک ساتھی کو سکّے دیکر شہر بھیجا، اور یہ تاکید کی کہ خفیہ طریقے پر جا کر کوئی حلال کھانا خرید لائے، وہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ ابھی تک اُسی بُت پرست بادشاہ کا زمانہ ہے، اس لئے خطرہ تھا کہ اگر ان لوگوں کا اتہ پتہ انہیں معلوم ہو گیا تو وہ ظلم و ستم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ چنانچہ یہ صاحب چھپتے چھپاتے بستی میں پہنچے، اور ایک نانبائی کی دُکان سے کھانا خریدنا چاہا، لیکن جب سکّہ اس کے حوالے کیا تو وہ بہت پُرانے زمانے کا تھا، جس سے سارا راز کُھل گیا، انہیں یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا کہ حکومت بدل چکی ہے، شدہ شدہ بادشاہِ وقت کو بھی اطلاع پہنچی، اور ان صاحب نے اپنے ساتھیوں کو بھی نئے حالات کی اطلاع دیدی۔

قرآن کریم نے اجمالی طور پر مذکورہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اُس دَور کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کی قدر دانی کے طور پر ان کے اوپر ایک مسجد بھی تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

قرآن کریم نے اپنے عام اسلوب کے مطابق اس واقعے کی تاریخی اور جغرافیائی تفصیلات بیان نہیں فرمائیں کہ یہ واقعہ کس دَور میں اور کہاں پیش آیا؟ چنانچہ تاریخی روایات کی بنیاد پر مفسرین اور مؤرخین نے اس سلسلے میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ زیادہ تر محققین کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروجِ آسمانی کے کچھ ہی عرصہ بعد یعنی پہلی سے تیسری صدی عیسوی تک کا ہے، اُس وقت اِس علاقے پر رُومی بُت پرست بادشاہ کی حکمرانی تھی، لیکن رفتہ رفتہ دینِ عیسوی جو فلسطین کے علاقے میں ظاہر ہوا تھا، اس کے اثرات یہاں تک پہنچ رہے تھے، انہی کی بنا پر یہ نوجوان اس دین کے حلقہ بگوش ہوئے، پھر جس زمانے میں یہ سعید روحیں غار میں محوِ خواب تھیں، اس دَور میں رفتہ رفتہ دینِ عیسوی کے پیروکار اس علاقے

کو بنطی حکمرانوں سے آزاد کرا کر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور یہاں کے باشندوں نے بھی دینِ عیسوی قبول کرلیا۔

پھر جب نیند سے بیدار ہونے کے بعد ان حضرات کو بدلے ہوئے حالات معلوم ہوئے تو اگرچہ انہیں دینِ برحق کی نشر و اشاعت سے خوشی ہوئی، لیکن انہوں نے اپنے لئے یہی پسند کیا کہ دنیا کے ہنگاموں سے الگ اسی غار میں اپنی باقی زندگی گذار دیں، لوگوں نے اصرار بھی کیا کہ وہ اب شہر میں آجائیں لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئے، اور اپنی باقی زندگی اسی غار میں گذار دی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہِ وقت ان کا حال معلوم کرکے ان کی زیارت کے لئے غار میں پہنچا تو ان کا انتقال ہوچکا تھا، لیکن دوسری روایات ان کی وفات کے بارے میں خاموش ہیں۔

مسیحی مصادر میں بھی یہی قصہ معمولی فرق کے ساتھ بیان ہوا ہے، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس واقعے کی تفصیلات ۵۲۱ء میں سارُوغ (عراق) کے ایک کاہن نے جس کا نام یعقوب (یا جیمس) تھا، ایک مفصل مقالے میں لکھی تھیں۔ یہ مقالہ سریانی زبان میں تھا، پھر اس کے یونانی اور لاطینی ترجمے ہوتے رہے، اس کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۲۵۰ء میں ایشیائے کوچک کے شہر افسس میں پیش آیا تھا، ان نوجوانوں کی تعداد سات تھی، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا پیغام دنیا کو سناکر دوبارہ اسی غار میں سو گئے[1]

چونکہ یعقوب سارُوغی نے ان کے بارے میں "دوبارہ سونے" کا لفظ استعمال کیا تھا، اس لئے بہت سے لوگوں کا اعتقاد یہ بھی رہا کہ اصحابِ کہف ابھی تک زندہ ہیں، اور قیامت کے قریب دوبارہ اٹھیں گے۔

مسیحی مصادر میں تقریباً جزم کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ ترکی کے شہر افسس کے قریب پیش آیا تھا (جس کا اسلامی نام طرسوس ہے)، اور وہیں پر ایک غار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اصحابِ کہف کا غار ہے، شاید انہی مسیحی روایات کے زیرِ اثر بہت سے مسلمان مفسرین اور مؤرخین نے بھی اصحابِ کہف کا محلِ وقوع افسس ہی کو بتایا ہے۔ تاہم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت تفسیر ابن جریرؒ میں مروی ہے جس میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اصحابِ کہف کا غار ایلہ (خلیج عقبہ) کے قریب (یعنی اردن میں) واقع ہے۔ اس روایت اور متعدد دوسرے قرائن کی بنیاد پر آخر دور کے بہت سے محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ غار اردن میں واقع ہے، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ نے قصص القرآن میں اس موضوع پر بہت مفصل بحث کی ہے، اور متعلقہ تاریخی اور جغرافیائی شواہد کی روشنی میں اسی کو درست قرار دیا ہے کہ یہ غار اردن میں ہے، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارض القرآن میں اردن کے قدیم شہر پٹرا کو رقیم قرار دیا ہے، والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی تفسیر معارف القرآن میں مفصل بحث کے بعد اسی طرف رجحان ظاہر فرمایا ہے کہ یہ غار اردن میں ہے، اور مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کی رائے بھی یہی تھی۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مطبوعہ ۱۹۵۰ء ص ۳۸۲ ج ۲۰، مقالہ "SEVEN SLEEPERS"

ان تمام حضرات کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اردن کے مشہور تاریخی شہر پٹرا کا اصل نام رقیم تھا جسے رومی حکومت نے بدل کر پٹرا کر دیا، اور یہ غار اسی کے قریب کہیں واقع تھا۔

لیکن ۱۹۵۳ء میں اردن کے محقق تیسیر ظبیان صاحب کو کسی طرح پتہ چلا کہ عمان کے قریب ایک پہاڑ پر ایک ایسا غار واقع ہے جس میں کچھ قبریں اور مُردہ ڈھانچے موجود ہیں، اور اس غار کے اوپر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے، چنانچہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اس غار کی تلاش میں روانہ ہوئے، یہ جگہ عام راستے سے ہٹ کر واقع تھی، اس لئے کئی کیلومیٹر دُشوار گذار راستہ طے کر کے وہ اس غار کے دھانے پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ تیسیر ظبیان صاحب کے الفاظ میں:۔

> "ہم ایک اندھیرے غار کے سامنے کھڑے تھے جو ایک دور افتادہ جگہ اور ایک چٹیل پہاڑ پر واقع تھا، غار میں اس قدر اندھیرا تھا کہ ہمارا اندر داخل ہونا مشکل ہوگیا، ایک چرواہے نے ہمیں بتایا کہ غار کے اندر کچھ قبریں ہیں، اور ان میں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں، غار کا دروازہ جنوب کی سمت تھا، اور اس کے دونوں کناروں پر دو ستون تھے جو چٹان کو کھود کر بنائے گئے تھے، میری نظر اچانک ان ستونوں پر بنے ہوئے نقوش پر پڑی تو اس پر بیزنطی نقوش نظر آرہے تھے، غار کو ہر طرف سے پتھروں کے ڈھیروں اور ملبے نے چھپایا ہوا تھا۔ اور یہاں سے تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر ایک بستی تھی جس کا نام رجیب تھا"۔[1]

تیسیر ظبیان صاحب نے اپنی تحقیق جاری رکھی، محکمۂ آثار قدیمہ کو متوجہ کیا، بالآخر ایک ماہر اثریات رفیق دجانی صاحب نے ماہرانہ تحقیق کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ یہی غار اصحاب کہف کا غار ہے، چنانچہ ۱۹۶۱ء میں اس کی کھدائی کا کام شروع ہوا تو اس رائے کی تائید میں بہت سے قرائن و شواہد ملتے چلے گئے، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) اس غار کا دہانہ جنوب کی طرف ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس پر قرآنِ کریم کی یہ آیت پوری طرح صادق آتی ہے:۔

> وَالشَّمْسُ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ،
>
> اور سورج جب طلوع ہوتا تو ان کے غار سے دائیں جانب جھکتا ہوا گذرتا، اور جب غروب ہوتا تو ان کے بائیں جانب سے کترا کر گذرتا، اور یہ لوگ اُس غار کے کشادہ حصے میں تھے۔

---

[1] موقع اُصحاب الکہف، مؤلفہ تیسیر ظبیان، ص ۳۹، مطبوعہ قاہرہ۔

اس غار میں صورتِ حال یہی ہے کہ دھوپ کسی وقت اندر نہیں آتی، بلکہ طلوع و غروب کے وقت دائیں بائیں سے گذر جاتی ہے۔ اور غار کے اندر ایک کشادہ خلا بھی ہے جس میں ہوا اور روشنی آرام سے پہنچتی ہے۔

(۲) قرآن کریم نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ بستی کے لوگوں نے اس غار کے اوپر مسجد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ اس غار کے ٹھیک اوپر کھدائی کرنے اور ملبہ ہٹانے کے بعد ایک مسجد بھی برآمد ہوئی ہے، جو قدیم رومی طرز کے پتھروں سے بنی ہوئی ہے، ماہرینِ آثارِ قدیمہ کا کہنا ہے کہ یہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے، ماہرینِ آثار قدیمہ کا کہنا ہے کہ یہ شروع میں بازنطینی طرز کا ایک معبد تھا، اور عبد الملک بن مروان کے زمانے میں اُسے مسجد بنا دیا گیا۔

(۳) عصر حاضر کے بیشتر محققین کا کہنا یہ ہے کہ وہ مشرک بادشاہ جس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر اصحابِ کہف نے غار میں پناہ لی تھی، ٹراجان تھا جو ۹۸ء سے ۱۱۷ء تک حکمران رہا ہے، اور اس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ بُت پرستی سے انکار کرنے والوں پر سخت ظلم ڈھاتا تھا، تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ٹراجان نے ۱۰۶ء میں شرقِ اردن کا علاقہ فتح کر لیا تھا، اور اسی نے عمان کا وہ اسٹیڈیم تعمیر کیا تھا جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ اور وہ بادشاہ جس کے عہد میں اصحابِ کہف بیدار ہوئے اس کا نام جدید محققین تھیوڈوسیس بتاتے ہیں جو پانچویں صدی کے آغاز میں گذرا ہے۔

دُوسری طرف اِس نئے دریافت شدہ غار کے اندر جو سکّے پڑے ہوئے ملے ہیں، ان میں سے کچھ ٹراجان کے زمانے کے ہیں (موقع اُصحاب الکہف ص ۳۵) جس سے اس خیال کو بہت تقویت ملتی ہے کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔

(۴) قرآن کریم نے اصحاب کہف کو "اُصحاب الکھف والرقیم" (غار اور رقیم والے) کہا ہے، رقیم کیا چیز ہے؟ اس کی تشریح میں مختلف آراء بیان کی جاتی ہیں، لیکن بیشتر محققین کا خیال یہ ہے کہ رقیم اُس بستی کا نام تھا جس میں ابتداءً یہ حضرات آباد تھے۔ اب جس جگہ یہ غار واقع ہے وہاں سے کل ۸۰۰ میٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی "رجیب" کہلاتی ہے۔ رفیق الدجانی صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہ رقیم کی بگڑی ہوئی شکل ہے، کیونکہ یہاں کے بدو اکثر قاف کو جیم اور میم کو بار سے بدل کر بولتے ہیں (موقع اُصحاب الکہف ص ۱۲۸) چنانچہ اب حکومتِ اردن نے اس بستی کا نام سرکاری طور پر "رقیم" ہی کر دیا ہے، بعض قدیم علماء جغرافیہ نے بھی رقیم کی بستی کو عمان کے قریب بتایا ہے، چنانچہ معروف جغرافیہ نگار ابو عبد اللہ البشاری المقدسی اپنی کتاب "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" میں لکھتے ہیں:۔

والرقیم بلد فی شرق الأردن بالقرب من عمان، حیث وجدت مغارۃ فیھا عدد من الجثث غیر البالیۃ۔

(موقع اُصحاب الکہف، ص ۴۹)

رقیم شرقِ اردن میں عمان کے قریب ایک شہر ہے جہاں ایک غار بھی

پایا گیا ہے جس میں کچھ انسانی ڈھانچے بھی ہیں جو زیادہ بوسیدہ نہیں ہوئے۔
اس کے علاوہ علامہ یاقوت حمویؒ نے بھی رقیم کی تشریح کرتے ہوئے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ:

إن بالبلقاء بأرض العرب من نواحي دمشق موضعا يزعمون أنه الكهف والرقيم قرب عمان۔

دمشق کے مضافات میں جو عربی سرزمین بلقاء کہلاتی ہے، اس میں شہر عمّان کے قریب ایک جگہ ہے جس کے بارے میں ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہی کہف اور رقیم ہے۔ [1]

(۵) تیسیر ظبیان صاحب نے بعض روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان اسی علاقے کے کسی غار کو اصحابِ کہف کا غار سمجھتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں بادشاہِ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تو وہ راستے میں شام و حجاز کے راستے پر ایک پہاڑ سے گذرے جس کا نام جبل الرقیم تھا، اس میں ایک غار بھی تھا جس میں کچھ ڈھانچے تھے، اور وہ بوسیدہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ نیز تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ وہ اس غار سے گذرے تھے، اور اسے اصحابِ کہف کا غار قرار دیا تھا۔ فتوح الشام میں واقدی نے بھی حضرت سعید بن عامرؓ کا ایک طویل قصہ لکھا ہے کہ وہ شام کی طرف جہاد کیلئے روانہ ہوئے، اور راستہ بھول گئے، بالآخر بھٹکتے بھٹکتے جبل الرقیم کے پاس پہنچے تو اسے دیکھ کر پہچان گئے، اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ اصحابِ کہف کا غار ہے، چنانچہ وہاں نماز پڑھکر عمّان شہر میں داخل ہوئے۔

(موقع أصحاب الكهف ص ۴۶، ۴۷ و ۱۰۳)

بہرکیف! اتنے پرانے واقعے کے محل وقوع کے بارے میں حتمی طور پر سو فیصد یقین کے ساتھ کچھ کہنا تو مشکل ہے، لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اب تک جتنے مقامات کے بارے میں مقام اصحابِ کہف ہونے کی رائے ظاہر کی گئی ہے، اُن سب میں جتنے زیادہ قرائن و شواہد اس غار کے حق میں ہیں، کسی اور غار کے حق میں اتنے قرائن موجود نہیں ہیں۔ تیسیر ظبیان صاحب نے اپنی کتاب میں افسس کے غار سے اس غار کا موازنہ بھی کیا ہے، اس موازنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

یہ غار عمّان شہر سے ۷ کیلو میٹر جنوب میں واقع ہے، اور اردن کی مرکزی شاہراہ جو عقبہ سے عمّان تک گئی ہے، اس سے اس کا فاصلہ ۲ کیلو میٹر ہے۔ ہم تقریباً نو بجے صبح یہاں پہنچے، اب کاروں کے پہاڑ کے اوپر تک جانے کیلئے راستہ بنا دیا گیا ہے۔ کار سے اتر کر تھوڑا سا اوپر چڑھے تو ایک کشادہ صحن سامنے ہے جس میں قدیم طرز تعمیر کے کچھ ستون وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ اس صحن کو عبور کرکے غار کا دہانہ ہے، دہانے کے فرش پر ایک خاصی چوڑے پتھر کی بنی ہوئی ایک چوکھٹ سی ہے، اس سے غار کے اندر اترنے کیلئے تقریباً دو سیڑھیاں نیچے جانا پڑتا ہے۔

---

[1] معجم البلدان للحموی، ص ۶۱، ج ۹۔

یہاں آکر یہ غار تین حصوں میں تقسیم ہوگیا ہے، ایک حصہ دہانے سے سیدھا شمال تک گیا ہے، دوسرا دائیں ہاتھ مشرق کی طرف مڑ گیا ہے، اور تیسرا بائیں ہاتھ مغرب کی طرف۔ مشرقی اور مغربی حصوں میں آٹھ تابوت نما قبریں بنی ہوئی ہیں۔ مشرقی حصے کی ایک قبر میں ایک چھوٹا سا سوراخ بھی ہے۔ اس سوراخ میں جھانک کر دیکھیں تو ایک انسانی ڈھانچہ صاف نظر آتا ہے۔ اگر اندھیرا ہو تو غار کا مجاور موم بتی جلا کر اندر کا منظر دکھا دیتا ہے۔

لیکن غار کا جو حصہ جنوب سے شمال کی طرف سیدھا گیا ہے، وہ تقریباً سپاٹ ہے، اور اسی کے بارے میں تیسیر ظبیان صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہی وہ "فجوہ" ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ جب سنہ ۱۹۶۱ء میں اس غار کی صفائی اور کھدائی کا کام شروع ہوا تو رفیق الدجانی کہتے ہیں کہ غار کی اسی درمیانی جگہ میں ایک جانور کا جبڑا پڑا ہوا ملا، جس میں ایک نوکیلا دانت اور چار داڑھیں محفوظ تھیں، تیسیر ظبیان صاحب کا خیال ہے کہ یہ اصحاب کہف کے کتے کا جبڑا تھا۔ اس کے علاوہ اسی جگہ پر رومی، اسلامی اور عثمانی دور کے بہت سے سکے، ٹھیکری کے برتن، کوڑیوں کے ہار، پیتل کے کنگن اور انگوٹھیاں بھی پڑی ہوئی ملی تھیں۔ اب یہ ساری چیزیں ایک الماری میں جمع کرکے غار کی شمالی دیوار میں محفوظ کردی گئی ہیں جو ہم نے بھی دیکھیں۔

غار کے مشرقی حصے میں ایک اوپر کو بلند ہوتی ہوئی چھوٹی سی سرنگ ہے جو دھواں نکالنے والی چمنی کی شکل میں ہے، یہ سرنگ غار کی چھت پر جو مسجد بنی ہوئی ہے، اس میں جاکر نکلی ہے، لیکن جب یہ غار دریافت ہوا، اُس وقت اس سرنگ کے بالائی دہانے پر ایک پتھر رکھا ہوا ملا تھا۔ اتفاق سے سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکر کے ایک جرنیل اُسامہ بن منقذ نے اپنی کتاب "الاعتبار" میں بھی ذکر کیا ہے کہ میں تیس شہسواروں کے ساتھ اس غار میں گیا، اور وہاں نماز پڑھی، لیکن وہاں ایک تنگ سرنگ تھی، اس میں داخل نہیں ہوا۔ تیسیر ظبیان صاحب کا خیال ہے کہ یہ وہی تنگ سرنگ ہے۔

(موقع اصحاب الکہف، ص ۴۹)

غار کو جب صاف کرکے دیکھا گیا تو اس کی دیواروں پر خطِ کوفی اور خطِ یونانی میں کچھ عبارتیں بھی لکھی ہوئی تھیں، جو اب پڑھی نہیں جاتیں۔

غار سے باہر نکلے تو سامنے کے صحن میں ایک گول دائرہ بنا نظر آیا، مجاور نے بتایا کہ غار کی دریافت کے وقت یہاں ایک زیتون کے درخت کا تنا برآمد ہوا تھا، رفیق الدجانی صاحب نے لکھا ہے کہ زیتون کا یہ درخت رومی دور کا ہے، اور اس کے قریب ایک مسقف قبر بھی تھی، اور جب ہم نے پہلے پہل یہاں کھدائی اور صفائی شروع کی تو آس پاس کے معمر لوگوں نے بتایا کہ زیتون کا یہ درخت بیس سال پہلے تک تر و تازہ تھا اور ہم اس کا پھل بھی کھایا کرتے تھے۔

غار کے ٹھیک اوپر ایک قدیم مسجد کی دیواریں ایک محراب سمیت چند فٹ تک اُبھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ جب شروع میں تیسیر ظبیان اور رفیق دجانی صاحب یہاں پہنچے تھے، اُس وقت یہ مسجد نظر نہیں آتی تھی، کھدائی اور صفائی کے بعد مسجد برآمد ہوئی۔ یہ مسجد دس میٹر لمبی اور دس میٹر چوڑی ہے، اور کھدائی کے دوران اس کے بیچ میں چار گول ستون برآمد ہوئے جو رومی طرز کے ہیں، یہاں سے رومی بادشاہ جسٹن

کے عہد (۵۱۷ء - ۵۲۷ء) کے کچھ پیتل کے سکّے بھی کھدائی کے دوران برآمد ہوئے ڈیڑھ میٹر کے برابر ایک چھوٹا سا کمرہ بھی نکلا جس کی چھت کو شاید اذان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، اسی کے قریب کچھ مٹی کے لوٹے بھی پائے گئے جو وضو میں استعمال ہوتے ہونگے۔ یہیں سے ایک کتبہ بھی برآمد ہوا جس کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ احمد بن طولون کے بیٹے خمارویہ کے زمانے (۸۹۵ء عیسوی) میں اس مسجد کی مرمت کی گئی تھی۔

اس تمام مجموعے سے ماہرین نے جو نتائج نکالے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداءً یہاں رومیوں نے ایک عبادت گاہ بنائی تھی، عہد اسلام میں (غالباً عبدالملک بن مروان کے زمانے میں) اسے مسجد میں تبدیل کردیا گیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس کے طول و عرض میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

اس وقت اردن کے محکمۂ آثارِ قدیمہ اور محکمۂ اوقاف نے اس غار کے تحفظ اور اس کی صفائی وغیرہ پر خاص توجہ صرف کی ہے، اس کے قریب ایک نئی مسجد بھی تعمیر کردی ہے، زائرین کی سہولت کے لئے راستہ آسان بنادیا ہے، اور غار کے اندر کتبات لگادیئے ہیں۔

بہرکیف! عہدِ حاضر کی اس عظیم قرآنی دریافت کی زیارت زندگی کے یادگار ترین تجربات میں سے ایک تھی۔ اصحابِ کہف کا واقعہ دیدۂ بینا کیلئے عبرتوں کے بیشمار پہلو رکھتا ہے۔ مخدوم مکرم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہم نے اسی واقعے کے بصائر و عبر پر ایک مستقل کتاب "معرکۂ ایمان و مادیت" کے نام سے تحریر فرمائی ہے، "جو واقعے کی تاریخی اور جغرافیائی تحقیقات سے کہیں زیادہ اہم ہے" اور قرآن کریم میں اس واقعے کا ذکر درحقیقت انہی عبرتوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے آیا ہے۔

(جاری ہے)

مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب

شب برأت کے فضائل و احکام

الحمد لله وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

شعبان کا مہینہ برکت والا مہینہ ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے بارے میں بابرکت ہونے کی دعا فرمائی ہے اور آپ سب سے زیادہ نفل روزے اسی مہینہ میں رکھا کرتے تھے جس سے اس ماہ کی اور زیادہ اہمیت معلوم ہوتی ہے، نیز شعبان کے مہینہ میں ایک رات ہوتی ہے جس کو شب برات کہتے ہیں یہ رات بڑی مبارک رات ہے۔

شب برأت کے معنی:

شب برات میں، شب کے معنی رات کے ہیں اور برات کے معنی بری ہونے کے ہیں، اس رات میں چونکہ بیشمار گنہگاروں کی مغفرت اور مجرموں کی بخشش ہوتی ہے اسلئے اس کو شب برات کہتے ہیں اور پھر کثرت استعمال کی وجہ سے شب برات بغیر ہمزہ کے زبان پر جاری ہو گیا ـــــــ اور یہ رات شعبان کے پندرھویں رات ہے جو چودہ تاریخ کو سورج غروب ہونے سے شروع ہوتی ہے، اور پندرہ تاریخ کی صبح صادق ہونے تک رہتی ہے احادیث طیبہ میں، اس کے بڑے فضائل آئے ہیں، یہاں ان کا مختصر انتخاب مع تشریح پیش خدمت ہے

سوائے تین آدمیوں کے علاوہ پوری مخلوق کی بخشش:

مضمون حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ، شعبان کی

پندرھویں رات کو اپنی تمام مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پوری
مخلوق کو بخش دیتے ہیں لیکن مشرک اور کینہ رکھنے والا نہیں بخشا جاتا
(طبرانی اور ابن حبان) بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ قطع رحمی کرنیوالے
تہمد یا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانیوالے، والدین کی نافرمانی کرنیوالے اور
شراب کی عادت رکھنے والے اور کسی کو ناحق قتل کرنے والے کی (بھی)
اس رات میں مغفرت نہیں ہوتی۔ (الترغیب والترھیب)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شب برات میں حق تعالیٰ جل شانہ اپنی
مخلوق کی طرف خاص نظر کرم فرماتے ہیں، اور اپنی ساری مخلوق کی بخشش فرمادیتے ہیں،
مگر سات آدمی ایسے بدنصیب ہیں کہ اس بابرکت رات میں بھی ان پر حق تعالیٰ کی نظر عنایت نہیں
ہوتی اور وہ مغفرت سے محروم رہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

- اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا۔
- کینہ رکھنے والا۔
- قطع رحمی کرنے والا۔
- تہبند، پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔
- والدین کی نافرمانی کرنے والا۔
- شراب پینے کی عادت رکھنے والا۔
- کسی جان کو ناحق قتل کرنے والا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "ماثبت بالسنۃ" میں ان لوگوں
کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

- ظلم سے محصول یا رشوت لینے والا۔
- جادو کرنے والا۔
- غیب کی خبریں بتلانے اور فال نکالنے والا۔
- ہاتھ کے خطوط دیکھ کر غیب کی باتیں بتلانے والا۔
- گانے اور طبلہ سارنگی بجانے والا۔ (ماثبت بالسنۃ بتصرف)

البتہ اگر یہ افراد اپنے ان گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہوں، صدق دل سے توبہ
کریں، اور آئندہ ان گناہوں سے باز رہنے کا مصمم ارادہ کریں اور جن بندوں پر زیادتی ہوئی
ہے ان سے معافی و تلافی کریں تو ان کے بھی یہ گناہ معاف ہو جائیں گے، اور پھر یہ افراد بھی
اس رات میں عبادت و طاعت اختیار کر کے حق تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق ہو سکتے ہیں ؎

اُن کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

بے شمار لوگوں کی مغفرت

حدیث ۲۱: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کو (سوتے سوتے میری آنکھ کھلی) تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ پایا آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکلی تو آپ بقیع یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان میں ملے آپؐ نے فرمایا کیا تجھے اس بات کا خطرہ گذرا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کریں گے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری باری کی رات ہوتے ہوئے کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں مجھے تو یہی خیال گذرا کہ آپ اپنی کسی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا (میں کسی کے پاس نہیں گیا یہاں بقیع آیا ہوں، یہ دعا کرنے کی رات ہے۔ کیونکہ) یقیناً اللہ جل شانہ، ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کی رات کو قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۱۵)

ف: عرب میں بکریاں پالنے کا عام رواج تھا، ہر قبیلہ میں بہت سی بکریاں ہوتی تھیں لیکن قبیلۂ بنی کلب میں سب سے زیادہ بکریاں تھیں، ان تمام بکریوں کے جسم پر جتنی تعداد میں بال تھے ان سے کہیں زیادہ تعداد میں حق تعالیٰ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں، ذرا اس پر غور کیجئے کہ ایک بکری کے جسم پر کتنے بال ہوتے ہیں جنھیں شمار کرنا آسان نہیں، پھر ان کثیر تعداد بکریوں کے جسم پر کتنے بے حساب بال ہوتے ہیں، اُن سے بھی بڑھ چڑھ کر حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کو معاف کرنا اور بخش دینا کیسی زبردست بخشش ہے، اور واقعی ان کی مغفرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے!

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ برات میں مدینہ منورہ کے قبرستان تشریف لے گئے، اس لئے اگر کوئی شخص اس رات میں قبرستان چلا جائے اور مرحومین کو ایصالِ ثواب اور ان کے لئے دعاءِ مغفرت کر آئے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن اس شب میں قبرستان جانے کو ضروری سمجھنا اور دور دراز کے قبرستان سفر کرکے جانا جیسے بعض لوگ ٹھٹھہ کے قبرستان سفر کرکے جاتے ہیں اور اجتماعی طور پر جانا میلہ لگانا، طرح طرح کی خرافات کرنا یہ سب ناجائز اور خلافِ شرع باتیں ہیں، ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے، ان سے پرہیز کرنا چاہیئے، جتنا ثابت ہے اور جس طرح ثابت ہے، بس اُسی حد تک عمل کرنا چاہیئے۔

اس شب میں بچّوں کا نام لکھے جانے کا حکم

حدیث ۱: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جانتی ہو اس رات میں یعنی ماہ شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے کیا ہوتا ہے؟ فرمایا اس رات میں ہر ایسے بچّہ کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیدا ہونے والا ہے۔ اور ہر اس شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں مرنے والا ہے (اللہ کو تو سب پتہ ہے البتہ انتظام میں لگنے والے فرشتوں کو اس رات میں ان لوگوں کی فہرست دے دی جاتی ہے) اور اس رات میں نیک اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ (یعنی درجۂ مقبولیت میں لے لئے جاتے ہیں) اور اس رات میں لوگوں کے ارزاق نازل ہوتے ہیں (ارزاق رزق کی جمع ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی بات ہے نا کہ جنت میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، آپ نے تین بار فرمایا ہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں نہ جائیں گے؟ یہ سُن کر آپؐ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور تین بار فرمایا میں بھی جنّت میں نہ جاؤں گا مگر اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔

(بیہقی فی الدعوات بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۱۵)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ، شعبان کی پندرہویں رات میں آئندہ سال کے مرنے والوں اور پیدا ہونے والوں کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو معلوم تو ہمیشہ سے ہے کہ کب کس کی موت وحیات ہوگی، لیکن اس رات میں فرشتوں کو مرنے جینے والوں کی فہرست دیدی جاتی ہے، چنانچہ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شعبان کی پندرہویں شب میں حق تعالیٰ جل شانہ، ملک الموت کو ایک فہرست دیکر حکم دیتے ہیں کہ اس میں جن لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، ان کی رُوح امسال وقتِ مقررہ پر قبض کرنا ـــــ جبکہ دنیا میں یہ لوگ مختلف کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، کوئی اپنے گھر کو سجانے اور خوبصورت قالین بچھانے میں لگا ہوا ہے۔ کوئی باغ لگانے کی فکر میں ہے، کسی کی منگنی ہوتی ہے، کوئی نکاح کرنے میں مصروف ہے اور کوئی اپنا بنگلہ، کوٹھی بنوا رہا ہے، دوسری طرف اس شب میں حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اُس کی موت کا وقت دن اور تاریخ لکھی جا رہی ہوتی ہے (ماثبت بالسنۃ بتصرف)

اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات میں سال بھر کے تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اس رات میں زندہ رہنے والے اور حج کرنے والے سب کے ناموں کی فہرست تیار کیجاتی ہے جس کی تعمیل میں کسی قسم کی ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔
(ما ثبت بالسنۃ بتصرف)

رزق و عافیت دینے کا اعلان

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات کو نماز میں کھڑے ہو اور رات گذارنے کے بعد صبح کو نفلی روزہ رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس رات میں آفتاب غروب ہو جانے کے وقت ہی سے قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے جس کی میں مغفرت کروں کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے جسکو میں رزق دوں کیا کوئی مصیبت زدہ ہے جسے میں عافیت دوں۔ اور اسی طرح فرماتے رہتے ہیں کہ کیا کوئی فلاں چیز مانگتا ہے، کیا کوئی فلاں چیز مانگتا ہے صبح صادق طلوع ہونے تک ایسے ہی فرماتے رہتے ہیں (ابن ماجہ)

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوئے نماز شروع کی اور سجدے میں پہنچے تو اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ خطرہ ہوگیا کہ شاید خدانخواستہ آپ کی رُوح قبض ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہ میں پریشان ہو کر اُٹھی اور پاس جا کر آپ کے انگوٹھے کو حرکت دی تو آپ نے کچھ حرکت فرمائی جس سے مجھے اطمینان ہوگیا اور میں اپنی جگہ لوٹ آئی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو (تھوڑے سے کلام کے بعد) فرمایا تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ خداوند عالم اس رات خاص طور سے اہلِ عالم کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت اور رحم کی دُعا کرنیوالوں پر رحم فرماتے ہیں مگر آپس میں کینہ رکھنے والوں کو (اس وقت بھی) اپنے ہی حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ (از ترغیب و ترہیب)

(ف) ان احادیث سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:۔

① اس رات میں جاگ کر نوافل میں، اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہونا چاہیئے۔

(۲) تمام رات حق تعالیٰ جل شانہ کی جانب سے رزق دینے، صحت و عافیت دینے اور رحمت وبخشش فرمانے کا اعلان ہوتا ہے، اسلئے مغفرت، عافیت اور اپنے مقاصدِ دارین کے لئے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیئے۔

(۳) پندرہویں رات گزار کر صبح کو یعنی پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا چاہیئے۔

چونکہ یہ رات بڑی برکت اور رحمت والی ہے، اسلئے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ اور سلف صالحین رحمہم اللہ، اس رات میں جاگتے، اعمالِ مذکورہ پر عمل فرماتے، اور اس رات کی بڑی قدر فرماتے اور پہلے سے اسکی تیاریاں کرتے تھے۔ ہمیں بھی اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ (مواہب اور مدخل بتصرف)

دستور العمل برائے شب براءت

- اس مبارک شب میں عبادت کرنے اور ذکر و تلاوت کرنے کیلئے غسل کر لینا، مستحب ہے۔
- عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کریں۔
- جتنا سہولت اور آسانی سے ممکن ہو اس رات کو نوافل اور ذکر و تلاوت میں گزاریں۔
- کوئی شخص منکرات سے بچتے ہوئے قبرستان جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔
- صحت و عافیت، رحمت و بخشش اور جملہ مقاصدِ حسنہ کے لئے خوب دُعا کریں۔
- شعبان کی پندرہ تاریخ کا روزہ رکھیں۔
- جن گناہوں کی نحوست اس مبارک رات کی برکات سے محروم کر دیتی ہے، اُن سے مکمل پرہیز، اور صدق دل سے توبہ کریں۔ اُن کی تفصیل پہلی حدیث میں گزری۔ اور دیگر گناہوں سے بھی توبہ و استغفار کریں۔

قابلِ توجہ

واضح ہو کہ اس رات میں نوافل پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ ثابت نہیں ہے، عام نوافل جس طرح پڑھے جاتے ہیں، اُسی طرح اس شب میں پڑھنے چاہئیں، نوافل پڑھنے کے جو خاص خاص طریقے عوام میں رائج ہیں اور ان کے عجیب و غریب فضائل اور فوائد بیان کئے جاتے ہیں، وہ من گھڑت اور اپنے ایجاد کردہ ہیں، ان سے بچنا چاہیئے۔

بدعات اور رسومات

اس مبارک رات کے فضائل و برکات لکھنے کے بعد افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آج ہماری شومئ اعمال نے اس کے ثواب کو عذاب سے اور برکات کو دینی و دُنیوی نقصان سے بدل دیا ہے۔ طرح طرح کی بدعتیں اور قبیح رسمیں ایجاد کر کے باعثِ برکت رات کو سراپا گناہ

اور معصیت بنالیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ چھوڑ کر قسم قسم کی بدعات ایجاد کرلی گئی ہیں۔ جن کو فرائض کی طرح بڑی پابندی سے ادا کیا جاتا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں۔

آتش بازی

یہ رسم نہ صرف ایک بے لذت گناہ ہے بلکہ اسکی دنیوی تباہیاں بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے آتی ہیں اسمیں ایک تو اپنے مال کا ضائع کرنا ہے اور بیجا اسراف ہے جو خود دنیا میں بھی ہر قسم کی بربادی کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں

اسراف نہ کرو کیونکر بلاشبہ اللہ تعالےٰ اسراف کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جس قوم کی اقتصادی حالت نازک اور خطرناک ہو اور جس کو افلاس دوسری قوموں کا غلام بنا رکھا ہو اس کا اتنا روپیہ اس طرح فضول اور بیہودہ رسوم میں ضائع ہو تو اس کی قومی زندگی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ ہر سال اس رات میں یہ افلاس زدہ قوم لاکھوں روپیہ آتش بازی انار اور پٹاخے وغیرہ چھوڑنے پر خرچ کردیتی ہے اور گاڑھی کمائی کو نذرِ آتش کرکے مبارک رات کی برکتوں کو بھسم کر ڈالتی ہے اور یہ عمل خلاف شرع ہونے کے ساتھ ساتھ خلافِ عقل بھی ہے۔

بچوں کو آتشبازی پھلجھڑی انار اور پٹاخے چھوڑنے کے لئے پیسے دیئے جاتے ہیں اور ان کو بچپن ہی سے خدائے تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی مشق کرائی جاتی ہے۔ بہت سے بچے اور بڑے جل جاتے ہیں۔ بلکہ بعض مرتبہ دکانوں اور مکانوں تک میں آگ لگ جاتی ہے۔ پھر بھی یہ رسم بد نہیں چھوڑتے۔ اللہ سمجھ دے۔

چراغاں کرنا

بہت سی مسجدوں اور گھروں میں ضرورت سے زیادہ چراغ جلائے جاتے ہیں، قمقمے روشن کئے جاتے ہیں لائٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے بہت زیادہ روشنی کی جاتی ہے گھروں سے باہر دروازوں پر کئی کئی چراغ رکھے نظر آتے ہیں اور بعض جگہ مکانوں کی منڈیروں پر اور دیواروں پر قطاروں کے ساتھ چراغ رکھ دیئے جاتے ہیں یہ سب اسراف اور فضول خرچی ہے۔ جس کے بارے میں حکمِ قرآن ابھی اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ یہ چراغاں ہندوستان کے مشرکوں اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے اور سخت حرام ہے۔ آگ سے کھیلنا اور آگ کا شوق رکھنا آتش پرستوں کے یہاں سے چلا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ شب برات میں زیادہ روشنی کرنے کا سلسلہ برامکہ[1] سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ پہلے آتش پرست تھے۔ جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کردی تاکہ

---

[1] کما قال الشیخ المحدث عبدالحق الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ فی کتابہ ماثبت بالسنۃ صـ۲۰۱۔

مسلمانوں کے نماز پڑھتے وقت آگ سامنے رہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے آتش پرستوں کی چیز اپنالی۔ کیسی عجیب بات ہے کہ آسمان سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور نیچے رحمتوں کا مقابلہ آتش بازی اور فضول خرچی اور طرح طرح کے گناہوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی ہے مجھ سے مانگے اور یہاں مانگنے کے بجائے فسق وفجور اور کھیل کود میں وقت گزارتے ہیں۔

مساجد میں اجتماع

اس رات کی عبادت ایک نفل عبادت ہے، اور نفل عبادت جس قدر خفیہ اور چھپا کر کی جائے، افضل ہے۔ اس لئے اس رات میں نوافل ذکر وتلاوت اور دیگر عبادات اپنے اپنے گھر میں کرنی چاہئیں، اور اتفاقاً رات کو جاگنے کے لئے دو چار آدمی مسجد میں جمع ہو جائیں، اور اپنی نماز وتلاوت میں مشغول رہیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں، لیکن بعض شہروں میں اس کو بھی اس حد تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اس کو روکنے کی ضرورت ہے مثلاً لاؤڈ اسپیکر وغیرہ سے بُلا بُلا کر اہتمام سے لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ اور لہو ولعب میں رات گذرتی ہے۔ اہتمام کے ساتھ مسجدوں میں مرد وعورت اور بچے آتے ہیں اچھا خاصا اجتماع ہوتا ہے، کوئی آرہا ہے، کوئی جارہا ہے اور خوب شور وشغب ہوتا ہے۔ بے پردگی ہوتی ہے۔ عورتوں کو فرض نماز کے لئے بھی مسجد جانے سے روکا گیا ہے پھر نفلیں پڑھنے کے لئے جانے کی کیسے گنجائش ہو سکتی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے زیادہ عبادت کا کوئی شوقین نہیں ہو سکتا وہ کبھی اس طرح جمع نہیں ہوتے تھے اور پھر غفلت اور جہالت کی وجہ سے بہت سی باتیں آدابِ مساجد کے بالکل خلاف اور فرشتوں کی ایذا کا باعث ہو کر بجائے نفع کے نقصان وخسران کا سبب بن جاتی ہیں۔ اس لئے مساجد میں ایسے اجتماعات کرنے اور ان میں شرکت کرنے سے بچنا چاہیئے۔

ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومنا

بعض لوگ اس رات میں برائے نام کچھ عبادت کر کے باقی رات بازاروں، تفریح گاہوں اور ہوٹلوں میں جا کر گزارتے ہیں جہاں سوائے کھیل کود، لڑائی جھگڑا، فضول باتیں، فضول خرچی، غیبتیں اور طرح طرح کے گناہوں کے اور کچھ نہیں ہوتا، اور اب ٹی وی، وی سی آر کی لعنت کا ایسا سیلاب آیا ہے کہ گھر گھر اس میں غرق ہے اور لوگ اس مقدس رات میں بھی اس لعنت میں مشغول رہتے ہیں، یہ لوگ حق تعالیٰ کی رحمتوں کا کھلی نافرمانیوں، کبائر اور فسق وفجور سے مقابلہ کر کے بجائے مستحق رحمت ہونے کے اور اُس کے قہر وغضب کے موردِ بن جاتے ہیں اس سے تو لاکھ درجہ بہتر ہے کہ آدمی پیر پھیلا کر سو جائے، کیونکہ اگر آدمی ثواب حاصل نہ کرے تو کم از کم گناہ تو نہ کرے، مبارک جگہ اور مبارک زمانہ میں جس طرح اجر وثواب زیادہ ملتا ہے، وہاں گناہ کرنے کا وبال بھی بہت سخت ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنی پناہ عطا فرمائیں آمین۔

رسمِ حلوہ

اس کو ایسا لازم کرلیا گیا ہے کہ اس کے بغیر سمجھتے ہیں کہ شب برات ہی نہیں ہوئی فرائض وواجبات کے ترک پر اتنی ندامت و افسوس نہیں ہوتا جتنا حلوہ نہ پکانے پر ہوتا ہے اور جو شخص نہیں پکاتا اس کو کنجوس وہابی اور بخیل وغیرہ کے القاب دیئے جاتے ہیں ایک غیر ضروری چیز کو فرض وواجب کا درجہ دینا گناہ ہے اور بدعت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب دندانِ مبارک شہید ہوا تو آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا اس کی یادگار ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس تاریخ میں شہید ہوئے تھے ان کی فاتحہ ہے اول تو سرے سے یہی غلط ہے کہ دندانِ مبارک ان دنوں میں شہید ہوا تھا۔ یا حضرت حمزہؓ اس تاریخ میں شہید ہوئے۔ کیونکہ دونوں حادثے ماہ شوال میں واقع ہوئے ہیں پھر اگر بالفرض ہوں بھی تو اس قسم کی یادگاریں بغیر کسی شرعی امر کے قائم کرنا خود بدعت اور ناجائز ہے اس کے علاوہ یہ عجیب طرح کی فاتحہ کہ خود ہی پکایا اور خود ہی کھا گئے یا دو چار اپنے احباب کو کھلا دیا۔ فقرار و مساکین جو خیرات کے اصلی مستحق ہیں وہ یہاں بھی دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں، کسی فقیر کو ایک چپاتی اور ذرا سا حلوہ دے کر پورے حلوے کا سامان پہنچنے کا یقین کر لیتے ہیں اور یہ بات بھی عجیب ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے تو (بالفرض) دندانِ مبارک شہید ہونے کی وجہ سے حلوہ کھایا، مگر نالائق امّتی بغیر کسی دکھ درد کے حلوہ اڑا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی سمجھ دے۔

برتن بدلنا اور گھر لیپنا

بعض لوگوں نے اس رات میں گھر لیپنے اور برتن بدلنے کی عادت ڈال رکھی ہے یہ بھی محض لغو اور بے اصل ہونے کے علاوہ ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے جبکی حدیث وقرآن میں سخت ممانعت ہے۔ اس سے بھی بچنا چاہیئے۔

خلاصہ مضمون

الحاصل شعبان کی پندرہویں شب مبارک شب ہے اسمیں نمازیں پڑھنا اور ذکر وتلاوت میں لگنا چاہیئے اور صبح کو روزہ رکھنا مزید ثواب کی بات ہے اور حلوے کی پابندی کرنا اور بتیاں زیادہ جلانا قبرستان میں میلے لگانا چراغاں کرنا آتش بازی پھلجھڑی پٹاخے چھوڑنا یہ امور خلافِ شرع ہیں اور بدعت ہیں اللہ تعالیٰ نے مبارک رات نصیب فرمائی اس کا تقاضا یہ تھا ہم شکر گزار بندے بنتے اور عبادت وطاعت میں لگتے لیکن شیطان نے عبادات سے ہٹا کر بدعات میں لگا دیا۔ شیطان ہمیشہ اپنی کوشش میں لگا رہتا ہے، اس لئے اُس کی چالوں سے ہوشیار رہیں اور جو اعمالِ مسنونہ اوپر احادیث کے ذیل میں بیان کئے گئے ہیں صرف ان کو اختیار کریں، اور اپنی قبر میں آرام سے سونے کا سامان جمع کریں۔ اور اگر یہ کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ان گناہوں سے ضرور بچائیں جو اس مبارک رات میں ثواب سمجھ کر کئے جاتے ہیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ہمارے والدِ ماجد دار العلوم کراچی کے ناظمِ اوّل بانی ادارۃ القرآن والعُلوم الاسلامیۃ مدیر الدعوۃ والارشاد موتمر العالم الاسلامی کراچی حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرّہٗ کی اس دارِ فانی سے رحلت پر جہاں دور دراز سے تعزیت کے لئے آنے والے حضرات اور ٹیلیفونوں کا سلسلہ جاری ہے وہاں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے بیشمار تعزیتی پیغامات، خطوط اور تار بھی موصول ہوئے ہیں اور اب بھی ان کا تانتا بندھا ہوا ہے۔

ملک کے تقریباً تمام مکاتبِ فکر، اصحابِ علم ودانش، سیاسی وملّی رہنماؤں اور عام مسلمانوں نے حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ سے جس محبت وعقیدت اور تعلق وخلوص کا اظہار کیا ہے وہ جہاں ہمارے لئے باعثِ تسکین ہے وہاں ان شاء اللہ والدِ مشفق رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت عند اللہ کی علامت بھی ہے۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ وہ اسلام کے ان خاموش مجاہدوں اور رضاکاروں میں سے تھے جن کی پوری زندگی علمی، تعلیمی، اجتماعی اور سیاسی میدانوں میں کسی نہ کسی جہت سے خدمتِ دین میں بسر ہوئی، قیامِ پاکستان کی تحریک سے لیکر روزِ وفات تک نام ونمود اور شہرت کے معروف ذرائع سے دور رہ کر نہ جانے کتنے اہم علمی واسلامی کاموں میں انہوں نے مؤثر حصّہ لیا، لیکن اس طرح کہ جب ان کاموں کی تاریخ مرتب کرنے والے تاریخ مرتب کریں گے شاید ان کاموں میں ان کا نام نہ آئے، یا آئے تو سرسری اور مختصر انداز میں۔

اس لئے ان کی صبر آزما رحلت پر صرف ہم ہی مستحقِ تعزیت نہیں، تمام اہلِ پاکستان، بلکہ تمام مسلمانانِ عالم مستحقِ تعزیت ہیں۔ اس لئے ہمارے یہ کلمات جہاں جوابِ تعزیت اور اظہارِ تشکر کے لئے ہیں وہاں تعزیت بھی ہیں۔ ہمارے عظیم الدِ مشفق اگرچہ آج ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کی گرانقدر اسلامی، علمی اور اصلاحی خدمات کے فیوض سے ان شاء اللہ ہم سب بہرہ ور ہوتے رہیں گے

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔

اللہ تعالیٰ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی زلّات سے درگذر فرمائے اور اپنے مقاماتِ قرب میں پیہم ترقی درجات عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں تمام متعلقین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ حضرت موصوف قدس سرّہ کو حسب توفیق ثواب بھی پہنچاتے رہیں اور ہمارے لئے بھی خصوصی دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابنائے حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرّہ

(۱) امین اشرف — مترجم ہائیکورٹ مدینہ منورہ
(۲) رشید اشرف سیفی — استاذ دار العلوم کراچی
(۳) قاسم اشرف — ایف ایم اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
(۴) نعیم اشرف — نگران ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ
(۵) فہیم اشرف سیفی — ناظم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

مولانا محمد اسلم ہارون آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استثناء اور متعلقہ مسائل

یعنی؛ لفظ "انشاء اللہ" کے فضائل و مسائل

حکم استثناء

قرآنی آیات :-

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰی اَنْ یَّھْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ ھٰذَا رَشَدًا ۝ (سورہ کہف پارہ ۱۵ آیت ۲۴)

اور نہ کہنا کسی کام کو کہ میں کروں گا کل کو۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھلائے اس سے زیادہ نزدیک راہ نیکی کی۔ (معارف القرآن)

(ف) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روح واصحاب اور ذوالقرنین کے قصہ کے متعلق سوال کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بھروسہ پر زبان سے انشاء اللہ کہے بغیر وعدہ فرمالیا کہ کل کو جواب دوں گا۔ چنانچہ پندرہ روز تک وحی نازل نہ ہوئی اور آپ کو بڑا غم ہوا اس کے بعد جواب کے ساتھ یہ حکم بھی نازل ہوا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں آپ جواب کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی کوئی بات ضرور ملالیا کریں۔ (تفسیر بیان القرآن ص ۳۵۵)

کلمہ انشاءاللہ کے معنی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ تحریر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ یا اقرار

کرنا ہو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کا کلمہ ملا لیا کرو کیونکہ آئندہ کا حال کس کو معلوم ہے کہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں اور زندہ بھی رہا تو یہ کام کر سکے گا یا نہیں۔ اس لئے مؤمن کو چاہیئے کہ اللہ پر بھروسہ دل میں بھی کرے اور زبان سے اس کا اقرار کرے کہ اگلے دن میں کسی کام کے کرنے کو کہے تو یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں یہ کام کل کروں گا یہی معنی ہیں کلمہ انشاء اللہ کے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۵۴)

دینی اور دنیوی امور کا وعدہ کرتے وقت انشاء اللہ کہنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے

آیت نمبر ۱ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۔

وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں دیکھیں گے۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۲ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ ۔ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا اور تم مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔ (آیت ۲۷ سورۃ القصص پارہ ۲۰)

آیت نمبر ۳ قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ۝

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرمایا۔ کہا تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالوں گا تیرا حکم۔ (تفسیر عثمانی)

آیت نمبر ۴ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ ۔

اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو دل جمعی سے۔

(فائدہ) حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کو فرمایا شہر میں چلو قحط وغیرہ کا اب کوئی اندیشہ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ بالکل دلجمعی اور راحت واطمینان سے رہو گے۔

(تفسیر عثمانی سورۃ یوسف۔ آیت ۹۹)

احادیث مبارکہ :

حدیث نمبر ۱ حدیث شیخین میں ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان علیہ السلام اپنے امراء لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں آج رات اپنی ستر بیبیوں سے ہم بستر ہوں گا۔ اور ان سے ستر مجاہد پیدا ہوں گے فرشتہ نے قلب میں القاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے آپ کو کچھ خیال نہ رہا چنانچہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے بھی ایک ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا جس کے ایک طرف کا دھڑ نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہو جاتا اور یہ سب بچے جوان ہو کر راہِ خدا کے مجاہد بنتے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۹۲ (ج ۳) اختصار بیان القرآن)

حدیث نمبر ۲ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کریں وہ بار بار پوچھتے تھے کہ وہ کیسی گائے ہے۔ اس کا کیا رنگ ہے اس کی کیا صفت ہے اور جناب باری سے ہر مرتبہ اِن کے سوال کا جواب مل جاتا تھا آخر میں ان لوگوں نے یہ کہا اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَہَ عَلَیْنَا وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ لَمُھْتَدُوْنَ۔ یعنی ہم کو تو بہت سی گائیں ایک ہی سی دکھائی دیتی ہیں اللہ نے چاہا تو ہم ٹھیک پتہ لگالیں گے غرض پھر انہوں نے فرمانِ الٰہی کے مطابق وہ گائے ذبح کردی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر وہ لوگ انشاءاللہ کا کلمہ نہ کہتے تو ان کو ابدالآباد تک اس کا پتہ نہ ملتا جس کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا (تفسیر مظہری)

حدیث نمبر ۳ ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: الجن والانس عشرۃ جزاء فتسعۃ اجزاء یاجوج وماجوج وجزء سائر الناس۔ یعنی جن وانس سب دس حصہ ہیں نو حصے ان میں یاجوج وماجوج ہیں اور ایک حصہ سب لوگ اور جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا نکلنا اُن کا کہے گا حاکم اُن کا شام کو کہ اب چھوڑ دو۔ سد۔ یعنی دیوار کو باقی انشاءاللہ تعالیٰ ہم کل کو پوری کھود لیں گے، انشاءاللہ تعالیٰ کی برکت سے وہ درست نہ ہوگی اور وہ ایسی ہی رہے گی دوسرے روز جب وہ آویں گے بخوبی کھود کر اپنی راہ بنائیں گے۔ (ترمذی شریف)

(ف) ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل صناعات اور اہل ولایت وسلطنت ورعیت ہیں اور ان میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کو پہچانتے ہیں اور اقرار اُس کی قدرت ومشیت کا رکھتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلمہ انشاءاللہ ان کی زبان سے بیساختہ نکل جاوے اگرچہ اسکے معنی ومطلب سے واقف نہ ہوں اور برکت اس کلمۂ مطہرہ کی باوجود جہالت کے بھی اپنا کام کر جاوے۔ (ترمذی شریف ص ۸۲۴)

حدیث نمبر ۴ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قسم کھاوے کہ کسی کام پر اور کہے انشاءاللہ۔ پس اس پر حنث نہیں آیا یعنی انشاءاللہ کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوتی کہ اس کے خلاف معصیت ہو یا کفارہ آوے۔ (ترمذی شریف ص ۵۷۴)

حدیث نمبر ۵ حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قسم کھائی اور کہا انشاءاللہ وہ حانث نہ ہوگا۔ (ترمذی جلد اول ص ۵۷۴)

مسائلِ استثناء

مسئلہ نمبر ۱ قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی انشاءاللہ تعالیٰ کا لفظ کہدیا۔ جیسے کوئی اس طرح کہے کہ خدا کی قسم فلانا کام انشاءاللہ نہ کروں گا تو قسم نہیں ہوئی۔ (بہشتی زیور حصہ تیرہ ص ۴۸)

مسئلہ نمبر ۲ کسی نے طلاق دے کر اس کے ساتھ انشاءاللہ بھی کہدیا تو طلاق نہیں

پڑتی البتہ اگر طلاق دے کر ذرا ٹھہر گیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق پڑ گئی۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص۲۲)

مسئلہ ۳ ظہار میں بھی اگر فوراً انشاء اللہ کہدیا تو کچھ نہیں ہوا، ظہار کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ماں کے برابر سمجھنا مثلاً ظہار کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے جیسے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی کہا کہ میرے لئے ماں کے برابر ہے تو جتنی دفعہ کہا ہے اتنے کفارے دینے پڑیں گے البتہ دوسرے تیسرے مرتبہ کہنے سے خوب مضبوط اور پکے ہوجانے کی نیت کی ہو سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ پڑتا ہے ظہار کا کفارہ اس طرح ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص۳۴،۳۵)

مسئلہ ۴ اگر کسی موقعہ پر انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھول جائے تو جب بھی یاد آوے انشاء اللہ کہنا چاہیئے کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر خدا یاد کا ذریعہ ہے۔ (ابن کثیر)

مسئلہ ۵ کسی معصیت کا ارادہ کرتے وقت انشاء اللہ کہنا ناجائز ہے کیونکہ انشاء اللہ کا کلمہ ہمیشہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بولا جاتا ہے معصیت کے کاموں میں اس کلمہ کا بولنا ناجائز ہے۔

اِنْشَآءَ اللّٰہ کہنا مُسْتَحَبّ ہے

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰالِکَ غَدًا ط

اس آیت کریمہ سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں انشاء اللہ کہنا مستحب ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اگر بھولے سے یہ کلمہ کہنے سے رہ جائے تو جب یاد آئے اس وقت کہہ لے یہ حکم اس مخصوص معاملہ کے لئے ہے جس کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہیں یعنی محض تبرک اور اقرار عبدیت کے لئے یہ کلمہ کہنا مقصود ہوتا ہے۔ کوئی تعلیق اور شرط لگانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معاملات بیع و شراء اور معاہدات میں جہاں شرطیں لگائی جاتی ہیں اور شرط لگانا طرفین کے لئے معاہدہ کا مدار ہوتا ہے۔ وہاں بھی اگر معاہدہ کے وقت کوئی شرط لگانا بھول جائے تو پھر کبھی جب یاد آجائے جو چاہے شرط لگائے اس مسئلے میں بعض فقہاء کا اختلاف بھی ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ (معارف القرآن جلد پنجم ص۵۷۱)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ تحریر کرتے ہیں جب اتفاقاً آپ انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھول جاویں اور پھر کبھی یاد آوے تو اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے۔ یعنی جب یاد آوے کہہ لیا کیجئے اور یہ حکم افادہ برکت کے اعتبار سے ہے جو کہ وعدوں میں مقصود ہوتا ہے تعلیق و ابطال اثر کے اعتبار سے نہیں جو کہ طلاق و عتاق و یمین وغیرہ میں مقصود ہے پس اس میں متصل کہنا ابطال اثر میں مفید ہوگا اور منفصل کہنا مفید نہ ہوگا۔ (بیان القرآن ص۵۸۹)

ترکِ مستحب پر وحی کے دیر میں آنے کی حکمت

ظاہراً یہ انشاء اللہ تعالیٰ زبان سے کہنا مستحب ہے لیکن خواص کی پھر اخص الخواص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع ہوتی ہے اس لئے ترک مستحب پر بھی وحی میں دیر ہوگئی۔ (بیان القرآن ص۵۸۹)

اختیاری نیک اعمال میں انشاء اللہ کہنا صوفیہ کے نزدیک لازم ہے

حضرت امام غزالیؒ تحریر کرتے ہیں۔ ایسے بہت سے اعمال ہیں کہ جو بذاتِ خود خیر ہیں مگر بندے کے لئے اُن میں خیر نہیں ہوتی۔ ممکن ہے۔ کہ ایسے عمل کے باعث کسی آفت میں مُبتلا ہو جاوے جب ایسا حال ہے تو بندے کے واسطے لائق نہیں ہے کہ جب نماز یا روزہ شروع کرے تو ساتھ ہی یہ یقین کرے کہ میں اُس کو ضرور پورا بھی کرلوں گا کیونکہ یہ علم غیب خداوندی میں ہے اور یہ بھی خیال نہ کرے کہ میں اس کو خیر و خوبی کے ساتھ پورا کروں گا۔ ممکن ہے۔ کہ اُس کو پورا کرنے کے بعد خیر و خوبی نہ ملے بلکہ لازم ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہے۔ اور خدا کی طرف سے صلاح کی شرط لگاوے تاکید امید کے عیب سے نجات ملے جیسے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا ہے کہ کسی چیز کی بابت ایسا مت کہو کہ میں اس کو کل کرلوں گا بلکہ اس طرح کہو کہ اگر خدا نے چاہا تو کل کرلوں گا اور ان خاص لوگوں کی امید کی ضد۔ نیت نیک ہے اور نیک نیت کو اُمید کی ضد کہنا مجازاً ہے کیونکہ نیت نیک والا اُمید سے باز رہنے والا ہے کیونکہ نیت نیک والا شخص عمل کے شروع میں یقین کا خواستگار ہے اور اس کے پورا ہونے کو انشاء اللہ کہہ کر خدا کے سپرد کرتا ہے۔ (ریاض السالکین یعنی سراج السالکین ص۸۱)

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کا مطلب

حضرت امام غزالیؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

اگر تم یہ دریافت کرو کہ ابتداء میں عمل کے کرنے پر یقین رکھنا کیوں جائز ہے اور اس کے پورا کرنے میں انشاء اللہ کہنا اور سپردِ خدا کرنا کیوں واجب ہے؟

اس بات کو جان لو کہ ابتداء میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور عمل کے تمام کرنے تک دو خطرے ہیں، ایک خطرہ تو یہ ہے کہ بندے کو علم نہیں ہے کہ پورا کرے گا یا نہیں۔ دوسرا خطرہ عمل کے فاسد ہونے کا ہے۔ کیونکہ اس بات کا علم نہیں ہے کہ اُس میں بندے کے لئے انجام کار بہبودی بھی ہے یا نہیں ہے۔ بنابریں وصول کے خطرے کے باعث انشاء اللہ کہنا اور فاسد ہو جانے کے خطرے کے باعث سپردِ خدا کرنا واجب ہے۔ (ریاض السالکین یعنی سراج السالکین ص۸۱)

انشاء اللہ نہ کہنے والے پانچ بھائیوں کا عجیب قصہ

شہر صنعاء کے تھوڑے فاصلہ پر ایک باغ تھا جس روز اس کے پھل توڑے جاتے

شہر کے فقرار ومساکین جمع ہو جائے۔ مالک کا معمول تھا کہ اپنی سال بھر کی معاش اس میں سے نکال کر باقی تمام غلہ فقیروں، محتاجوں میں خیرات کر دیتا۔ اس سے اس کو بڑی برکت اور ترقی ہوتی تھی۔ جب مالک کا انتقال ہو گیا تو اس کے پانچ بیٹے تھے وہ اس باغ کے وارث بنے۔ پھل توڑنے کا دِن آیا تو پانچوں بھائی آپس میں کہنے لگے ہم سے خیرات کرنے میں باپ کی پیروی نہ ہو سکے گی یہ پھل جو مساکین لے جاتے ہیں اپنے ہی کام آئیں تو اچھا ہے۔ چلو صبح سویرے ایسے وقت میں پھل توڑ لائیں کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے جب غربار ومساکین اپنے وقت پر آئیں گے تو پھل کٹا کٹایا پائیں گے اِن کو اپنی تدبیر کی کامیابی کا یہاں تک یقین تھا کہ انشاراللہ تک بھی نہ کہا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ ۙ وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ ۔ (سورۃ القلم آیت ١٧، ١٨)

ان لوگوں نے یعنی اکثر یا بعض نے قسم کھائی کہ اس باغ کا پھل ضرور صبح چل کر توڑلیں گے اور ایسا وثوق ہوا کہ انہوں نے اِنشاراللہ بھی نہیں کہا۔ (بیان القرآن)

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنا بھول گئے

مثنوی میں مولانا روم فرماتے ہیں۔

ایک استثنار وتسبیح خدا
زاعتماد خود بداز ایشاں جدا

لیکن انشاراللہ کہنا اور خدائی تسبیح اور ذکر کرنا اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا۔

یہاں بھائیوں میں یہ مشورے ہو رہے تھے اور وہاں رات ہی کو باغ میں آگ لگ گئی جو سارے باغ کا صفایا کر گئی۔ باغ کی یہ حالت ہو گئی کہ پہچانا نہ جا سکتا تھا پہلے تو انہیں یہ خیال ہوا کہ ہم رستہ بھول گئے ہیں۔ کسی اور جگہ پہنچ گئے ہیں لیکن غور کیا تو پہچانا کہ وہی جگہ اور وہی مقام ہے تب کہنے لگے ہائے ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی۔ (اختصار تفسیر بیان القرآن صلا ٦٨٣)

ایک بھائی نے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس کا ترجمہ یوں ہے کہ کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ تم انشاراللہ تعالیٰ کیوں نہیں کہتے۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے ای هلا تستثنون إذا لاستثناء التسبیح الا لتقائهما فی معنی التعظیم لله لان الاستثناء تفویض الیه والتسبیح تنزیه له و کل واحد من التفویض والتنزیه تعظیم۔

ترجمہ: یعنی ایک بھائی درمیان والے نے اپنے بھائیوں سے کہا جبکہ وہ بات طے کر رہے تھے کہ فقیروں کے آنے سے پہلے پھل توڑ لو کہ تم استثنار کہو (یعنی انشاراللہ کہو) کیونکہ انشاراللہ کہنا خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں تسبیح ہے اور استثنار اللہ کی بارگاہ میں تفویض ہے اور تسبیح میں اللہ کریم کی تنزیہ ہے اور تفویض اور تنزیہ ہر دونوں میں اللہ کریم کی تعظیم ہے۔

(مفتاح العلوم شرح مثنوی جلد ششم صلا ٢٦)

وہی کی استعانت اللہ کی اہمیت

حضرت مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں.

ترک استثناء مُرادم قسوتے ست
نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست

ترجمہ: استثناء (یعنی انشاء اللہ) نہ کہنے سے میری مراد سیہ دلی ہے. نہیں نہیں (بلکہ یہ زبانی استثناء کہنا بھی (سیہ دلی میں داخل ہے) جو عارضی حالت ہے.

شرح استثناء سے مدعا اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ پر توکل ہے اور ظاہری اسباب پر بھروسہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ یہ اظہار دل سے ہو صرف زبانی نہ ہو۔ مولانا فرماتے ہیں ترک استثناء (یعنی انشاء اللہ نہ کہنا) سے مراد سیہ دلی ہے جو انسان کو خدا سے غافل کر دیتی ہے اور خدا پر متوکل نہیں ہونے دیتی پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ صرف ترک استثناء ہی سیہ دلی نہیں بلکہ جو شخص زبان ہی زبان سے استثناء کا کلمہ ورد کر رہا ہے مگر دل میں اس کا اثر نہیں وہ بھی سیہ دل ہے کیونکہ اسی کی یہ استثناء گوئی ایک عارضی حالت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے ایک عربی مقولہ ہے اَللِّسَانُ یُسَبِّحُ وَالْقَلْبُ یُذَبِّحُ. یعنی زبان اللہ اللہ کرتی ہے دل لوگوں کی خونخواری پر تلا ہوا ہے.

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر ✶ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

(مفتاح العلوم شرح مثنوی. دفتر اول ص۵۶)

عجیب مزاحیہ حکایت

ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ نخاس کی طرف جا رہے تھے کسی نے پوچھا کہاں جا رہے ہو. کہا گھوڑا خریدنے. کہا انشاء اللہ کہہ لو. تو آپ کہتے ہیں کہ اس میں انشاء اللہ کی کیا بات ہے. روپے میری جیب میں. منڈی میں جاؤں گا گھوڑا خرید لوں گا. اتفاق سے راستہ میں کسی گرہ کٹ نے جیب کتر کے روپے کی تھیلی غائب کر دی اب یہ ناکام واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں اتفاق سے پھر وہی شخص مل گیا. اس نے پوچھا کہو بھئی گھوڑا لائے کہنے لگا میں بازار میں جا رہا تھا انشاء اللہ کسی نے روپے کی تھیلی چرائی انشاء اللہ میں ناکام واپس آ رہا ہوں انشاء اللہ. یا تو مستقبل پر بھی انشاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے یا اب ماضی پر بھی انشاء اللہ کہنے لگے. (العبادہ ص۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○ محمد تقی عثمانی

دربار میں حاضری.....!

جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ میں سوڈان سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مرتبہ حرم مکی میں حاضری کی سعادت عطا فرمائی، اس دربار مقدس کی حاضری کے وقت یہ چند اشعار موزوں ہو گئے جو قارئین کی نذر ہیں۔ اس نظم میں ٹیپ کے مصرعہ کے طور پر جناب ماہر القادری مرحوم کے ایک مصرعہ کو معمولی تصرف کے بعد لیا گیا ہے۔
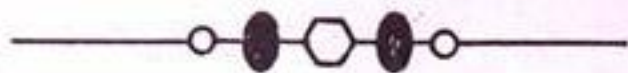
گم گشتہ و درماندہ، بے ہمت و ناکارہ
وارفتہ و سرگرداں، بے مایہ و بے چارہ
شیطاں کا ستم خوردہ، اس نفس کا دکھیارا
ہر سمت سے غفلت کا گھیرے ہوئے اندھیارا
آج اپنی خطاؤں کا لادے ہوئے پشتارا
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

جذبات کی موجوں میں لفظوں کی زباں گم ہے
عالم ہے تحیّر کا، یارائے بیاں گم ہے
مضمون جو سوچا تھا، کیا جائے کہاں گم ہے
آنکھوں میں بھی اشکوں کا اب نام و نشاں گم ہے
بس دل میں سلگتا ہے رہ رہ کے اک انگارا
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

آیا ہوں ترے در پر خاموش نوا لیکر
نیکی سے تہی دامن انبارِ خطا لیکر
لیکن تری چوکھٹ سے امیدِ سخا لیکر
اعمال کی ظلمت میں توبہ کی ضیا لیکر

سینے میں تلاطم ہے، دل شرم سے صدپارہ
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

امید کا مرکز یہ رحمت سے بھرا گھر ہے
اس گھر کا ہر اک ذرّہ رشکِ مہ و اختر ہے
محروم نہیں کوئی جس در سے یہ وہ در ہے
جو اس کا بھکاری ہے قسمت کا سکندر ہے

یہ نور کا قلزم ہے، یہ امن کا فوّارہ
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

یہ کعبہ کرشمہ ہے یارب تری قدرت کا
ہر لمحہ یہاں جاری میزاب ہے رحمت کا
ہر آن برستا ہے حسن تیری سخاوت کا
مظہر ہے یہ بندوں سے خالق کی محبت کا

اس عالمِ پستی میں عظمت کا یہ چوبارہ
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

یارب مجھے دُنیا میں جینے کا قرینہ دے
میرے دلِ ویراں کو الفت کا خزینہ دے
سیلابِ معاصی میں طاعت کا سفینہ دے
ہستی کے اندھیروں کو انوارِ مدینہ دے

پھر دہر پہ چھا جائے ایمان کا اُجیارا
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

یارب مری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما
بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما
بھٹکے ہوئے راہی کا رُخ سوئے حرم فرما
دُنیا کو اطاعت سے گلزارِ ارم فرما

کردے مرے ماضی کے ہر سانس کا کفارہ
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

نوٹ : تبصرے کیلئے ہر کتاب کی دو جلدیں بھیجنا ضروری ہیں۔

عربی بولئے

نام :- عربی بولئے   مؤلف :- مولانا ندیم الواجدی فاضل دیوبند ۔ سائز :- ۲۳ × ۱۸ / ۸
کل صفحات :- ۱۱۲ ۔ قیمت -/۸ روپے ۔ ناشر :- مکتبۃ العلوم الاسلامیہ ۔ زرگری ۔ ضلع کوہاٹ ۔ سرحد ۔ پاکستان

عربی زبان اُمّ الالسنہ اور بنیادی زبان ہے ۔ دنیا کی بین الاقوامی زبانوں میں اس کا پانچواں نمبر ہے اور یہ دنیا کے بیشتر ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد حصول زر کے لئے عرب ممالک کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں ؛ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے لئے عام بول چال اور ضروری گفتگو کا ایسا انتظام کیا جائے جس میں کم وقت میں روزمرہ گفتگو میں مہارت حاصل ہو جائے ۔

مولانا ندیم الواجدی صاحب فاضل دیوبند اور قدیم و جدید عربی میں مہارت رکھتے ہیں ۔ انہوں نے دیوبند میں عربک ٹیچنگ سینٹر قائم کیا ہے جس میں مراسلاتی کورس کے ذریعہ عربی سکھانے کا بہترین انتظام کیا گیا ہے ۔ موصوف نے عربک ٹیچنگ سینٹر کے عربی مراسلاتی کورس کو چار مرحلوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر مرحلہ میں دو دو کتابیں رکھی ہیں ۔

زیر تبصرہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے ۔ اس میں ہر طرح کی گفتگو درج ہے مثلاً بازار میں ، دوکانوں پر ، ریلوے اسٹیشن بس اسٹاپ ، ہوائی اڈے ، سفارت خانے ، کسٹم آفس ، پاسپورٹ آفس ، ہوٹل اور دوسری اہم جگہوں پر کس طرح گفتگو کی جائے دوسرے حصہ میں دو سو کے قریب چھوٹے چھوٹے جملے جمع کر دیئے گئے جو روزمرہ کی گفتگو میں استعمال ہوتے ہیں ۔ تیسرا حصہ ضروری تعبیرات پر مشتمل ہے ۔

یہ کتاب عربی سیکھنے والوں کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس کتاب کو مدارس عربیہ کے ابتدائی درجات کے طلبہ کو یاد کرا دیا جائے تو ان کو آئندہ عربی کے حصول میں بہت فائدہ ہو اور ایک طرح سے عربی میں مہارت حاصل ہو جائے عام قارئین بھی اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ اس کتاب میں جدید عربی الفاظ و اصطلاحات کو زیادہ سے

زیادہ استعمال کیا گیا ہے اور ہر لفظ پر اس کی صحیح حرکات دی گئی ہیں اور قواعد کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، اسلام کی قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے اور اس سلسلہ میں بہت مفید اور اہم کتابیں شائع کی گئی ہیں۔ عربی زبان کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں بے حد مفید اور آسان کتابیں شائع کی گئی ہیں جن کے ذریعے ہر شخص عربی سیکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے کارکنان، معاونین اور جملہ خدام کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے اور اس عظیم ادارہ کو دین اسلام اور عربی زبان کی زیادہ سے زیادہ خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ا-ا-خ-س)

نام کتاب **اسلام کا قانون دیت** مرتب:- قاضی مقبول الرحمٰن۔ قاضی بشیر احمد

سائز:- ۱۸×۲۳/۸ ۔ کل صفحات۔ ۵۶ ۔ قیمت ۸/-

ناشر:- مدنی کتب خانہ۔ نور مارکیٹ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

انگریزی دور حکومت سے قبل برصغیر ہند و پاک میں مکمل اسلامی قانون نافذ تھا۔ فوجداری اور دیوانی عدالتوں میں متبحر علماء، قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں لوگوں کو انصاف مہیا کیا کرتے تھے۔ اسلامی نظام قانون کے تحت سستا اور فوری انصاف مہیا ہوتا تھا اور ملک میں امن و امان کی فضا قائم تھی۔ رشوت، چوری، ڈاکہ اور لوٹ مار کی اس قدر بہتات اور ارزانی نہ تھی۔ قاضی کی عدالت کے کٹہرے میں بادشاہ اور فقیر ایک ساتھ کھڑے ہوتے تھے۔ انصاف کے تقاضے پورے کئے جاتے تھے۔ انصاف کرنے میں کسی سفارش یا رشوت کو دخل نہ تھا۔

آج بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمان اسلامی شرعی قانون کے نفاذ میں کوشاں ہیں اور ہر سطح سے اس مطالبے کو حکومت تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت نے کچھ پیش رفت بھی کی ہے لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

مولانا قاضی مقبول الرحمٰن صا اور مولانا قاضی بشیر احمد صاحب نے دیت کا شیڈول اور اس کے تفصیلی احکامات (۶۲۔ دفعات کی شکل میں) مرتب کئے ہیں تاکہ آئندہ فیصلہ کرنے میں قاضیوں کے لئے مشعل راہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو قاضیوں کے لئے رہنما بنائے آمین۔ قاضیوں کے تربیتی کورس میں اس کو داخل نصاب کر لیا جائے تو یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔ کتابت، طباعت اور کاغذ عمدہ ہے خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ کتاب میں حسن پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی قیمت زیادہ ہے جس سے اس کا فائدہ محدود ہو کر رہ گیا ہے امید ہے کہ اس کی قیمت کم کر کے اس کا فائدہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے گا۔ (ا-ا-خ-س)

البلاغ

باپردہ عورتوں کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اُسے شیطان تکنے لگتا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اُس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔ (الترغیب والترھیب)

اِسلام نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر رہی رہیں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہو تو خوب زیادہ پردے کا اہتمام کرے، خوشبو لگا کر نہ نکلے اور راستہ کے درمیان نہ چلے، نگاہیں نیچی رکھے، بن ٹھن کر نہ نکلے۔

کتاب	مصنف	قیمت
معارف مثنوی	حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ	۶۰/-
معارف شمس تبریز	"	۳۹/-
مجالس ابرار حصہ اول	"	۲۷/-
" حصہ دوم	"	۲۲/-
دنیا کی حقیقت	"	۲۴/-
روح کی بیماریاں اور ان کا علاج	"	۲۷/-
مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں	"	۱۸/-
دستور تزکیہ نفس	"	۳/-
صدائے غیب	"	۱۰/-
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں	"	۵/-
کشکول معرفت	"	۶۰/-
شوق وطن	حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی	۷/۵۰
تحفۃ الشیوخ	"	۴/۵۰
تسہیل قصد السبیل	"	۵/۲۵
مواعظ ثلاثہ	"	۲۷/-
داڑھی کا وجوب	حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا	۱۲/-
فتنۂ مودودیت	"	۱۲/-
اسوۂ رسول اکرم قسم اول	حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ	۵۴/-
قسم دوم	"	۳۹/-
منکرات محرم	حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم	۷/۵۰
معرفت الٰہیہ کامل جدید	حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری	۵۴/-
فتاوی محمودیہ	مفتی اعظم ہند صدر مفتی دارالعلوم دیوبند جلد اول ۶۰/- جلد دوم ۶۰/- جلد سوم	۵۰/-
زلزلہ در زلزلہ ۱۲/-	موسیقی اور مسلمان	۱۲/-
ملفوظات حضرت شاہ عبدالغنی	خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی	۱۰/-
تبلیغی نصاب	حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا	۴۸/-
اغلاط العوام والخواص	جناب سید محمود حسن صاحب	۱۲/-
فضائل حج	حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا	۱۸/-
دعوت اسلام	حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی	۳/-
ارشاد العابد	حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ	۷/۵۰
بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا	"	۴/۵۰
فتنۂ انکار حدیث	"	۷/۵۰
سیرت ابوہریرہ رض	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری	۵/-
سیرت حضرت بلال رض	"	۵/-
سیرت حضرت ابوذر غفاری رض	"	۵/-
فتوحات اسلام (منظوم)	جناب حماد صدیقی صاحب	۱۸/-
اخلاق سلف	حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب مدظلہ	۲۷/-
عرفان محبت	"	۲۱/-
مسنون دعائیں	حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم	۵/۰۰
حکیم الامت اکابرین معاصرین کی نظر میں	جناب محمود حسن صاحب	۱۵/-
سینما بینی اور اس کے مہلک اثرات	جناب حسن سعید صاحب	۴/۵۰
موضوعات کبیر (عربی)	علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	۲۴/-
نصیحتیں ابن عربی	علامہ محی الدین ابن عربی	۷/-
سیرت پاک (بچوں کیلئے)	مولانا عمار احمد صاحب	۱۰/-
مودودی صاحب اور ان کی تحریرات کے متعلق چند اہم مضامین	پاک و ہند کے ممتاز علماء کرام کی تحریریں	۳۹/-
مذاکرات دکن	مولانا حکیم محمد اختر صاحب	۳/-
کیا پردہ ترقی میں رکاوٹ ہے	[illegible]	۱/-
احکام میت	حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب	۲۲/-
التشرف فی احادیث التصوف	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی	۲۷/-
التکشف	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۰۰/-
روضۃ الصالحین	مولانا محفوظ الحسن صاحب سنبھلی اول ۲۱/- دوم	۲۱/-
صحبت اہل اللہ اور اس کے فوائد	حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب	۶/-
اصلاحی نصاب	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی	۶۰/-
حضرت سلمان فارسی رض		۴/۵۰